جلد ۱۱۰ - ماہ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۷۲ء - عدد ۶

مضامین

درج نہیں، پتہ فیکلٹی آف تھیالوجی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،

ں کی دوسری فیکلٹیوں کی طرح فیکلٹی آف تھیالوجی نے بھی اب پہلی دفعہ اپنا مجلہ

ب وادارت کی ذمہ داری فیکلٹی سے وابستہ ایک باذوق صاحب علم

ساری فرنگی محلی کے حصہ میں آئی، جو حق بحقدار رسید کے مصداق ہے، اُن

ضمانت ہے، یہ مجلہ نو بلند پایہ دینی علمی اور تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے

ںوں کے قلم کے ہیں، جو فیکلٹی سے متعلق ہیں، یا پہلے متعلق رہے ہیں

کلٹی کے معیار و مرتبہ کے شایان شان عالمانہ و محققانہ ہیں، لیکن

مولانا عبدالحی فرنگی محلی، اور اُن کی تاریخی خدمات" خاص طور پر

انھوں نے غالباً پہلی مرتبہ فن رجال و تاریخ میں مولانا کی خدمات

ہ لیا ہے، ناسخ و منسوخ (ڈاکٹر قاری رضوان اللہ) چوتھی صدی

ز علمی و دینی شخصیت (ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن کامونوری) بھی مفید مضامین

سر حمید اللہ خاں) نہایت دلچسپ اور شگفتہ و برجستہ مضمون ہے، الائق

ٹی کی گذشتہ خدمات اور موجودہ کارگذاری کی مفصل روداد بھی

ہے، اور اس سے فیکلٹی کے متعلق مفید اور ضروری معلومات بھی حاصل

نظام الدین محمد سہالوی بانی درس نظامی کے دو اصل خطوط کے

ں کا یہ پہلا نمبر ہے، مگر مضامین کے تنوع، معیار، ترتیب کے سلیقہ

وغیرہ کے اعتبار سے بہت خوب ہے، اس کی اشاعت پر لائق

ین کے مستحق ہیں۔

"ض"

شذرات

کا کوئی لمحہ عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اور ارشاد و ہدایت سے خالی نہیں ہوتا،
لیکن رمضان المبارک جو نزول برکات کا خاص مہینہ ہے، ان کے لیے
بادت و ریاضت اور ارشاد و ہدایت کا سرچشمہ پورے جوش سے ابلتا ہے،
طریقت اس مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ استفادہ کے لیے جمع ہوتے ہیں،
لی تھانویؒ، مولانا عبد القادر رائے پوریؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خانقاہیں
نے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی تھی، اب اس زمانہ میں یہ سنت حضرت شیخ الحدیث
لم کی ذات سے قائم ہے، رمضان المبارک میں حضرت شیخ پورے مہینہ کا
سلین و طالبین پورے ہندوستان بلکہ بیرون ہند سے بھی حصولِ فیض
ر جدید کی وسیع مسجد ذکر و فکر اور ارشاد و ہدایت کا مرکز بن جاتی ہے،
ی کی تصویر نظر آجاتی ہے۔

* * *

اس مبارک موقع پر حاضری کی تمنا تھی، جو الحمد للہ گذشتہ رمضان میں
کی رفاقت میں پوری ہوئی، ۱۶ر رمضان کو حاضری ہوئی تھی اور ۲۰ کو
ں نے جو دیکھا اور دل نے جو محسوس کیا، اس کا تعلق صرف مشاہدہ سے
ر ہے، اس وقت چار سو کے قریب مجمع تھا، اور آخر عشرہ میں آنے والوں
مسجد اور اس کے صحن کے شامیانہ میں مقیم اور بہت سے معتکف بھی تھے،

ان کا سارا وقت ذکر و فکر، نوافل و تلاوت قرآن میں گذرتا تھا، دن میں وعظ بھی ہوتا، اور رات کو ذکر و فکر کی مجلس ہوتی تھی اور ترغیب و ترہیب کی کتابیں پڑھی جاتی تھیں، ورد و خوانی بھی ہوتی تھی، غرض رات دن کا بڑا حصہ انہی پاکیزہ مشاغل میں گذرتا تھا، اور ہر شخص اپنے ذوق و طلب کے مطابق فیض پاتا تھا، ان سارے مہمانوں کی میزبانی حضرت شیخ کی طرف سے ہوتی ہے، اور افطار، کھانے اور سحری کا اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ بہتیرے گھرانوں میں بھی نہیں ہو سکتا، اس دور میں اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔

* * *

پروفیسر سید احتشام حسین صدر شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی کی ناگہانی وفات علمی و ادبی دنیا کا بڑا سانحہ ہے، مرحوم اس دور کے چوٹی کے ادیبوں اور نقادوں میں تھے، ترقی پسند ادب کے معلم و رہنما تھے، اس دور کے نوجوان ادیبوں کی پوری نسل ان سے متاثر ہوئی، جدید ادب کے ساتھ قدیم ادبیات پر بھی ان کی نظر بڑی گہری اور مبصرانہ تھی، اور وہ اس کی اچھی روایات کے بھی قدرشناس تھے، لسانیات سے بھی واقف تھے، انھوں نے سیکڑوں ادبی و تنقیدی مضامین اور بعض مستقل کتابیں لکھیں، اگرچہ وہ ترقی پسندوں کے امام تھے لیکن ان کے خیالات میں بڑا اعتدال و توازن اور زبان و قلم دونوں میں بڑی شائستگی تھی، اسلیے جدید کے ساتھ قدیم طبقہ میں بھی ان کی بڑی قدر تھی، وہ ابتدا میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے لکچرر مقرر ہوئے اور تقریباً ۱۵-۱۶ سال اس عہدہ پر رہے، پھر الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر ہو گئے تھے، اردو کی تمام اہم مجالس کے ممتاز رکن تھے، کوئی اہم ادبی اجتماع ان کے بغیر کامیاب نہ سمجھا جاتا تھا، انھوں نے مختلف حیثیتوں سے اردو کی بڑی قیمتی خدمات انجام دیں اور ہر محاذ پر اردو کے مخالفین کا مقابلہ کیا۔

* * *

...ا تھا وہ طبعاً بڑے متین، سنجیدہ، شریف اور وضعدار تھے، ان کے علم سے
...کا اثر پڑتا تھا، دارالمصنفین سے ان کو دوہرا تعلق تھا، ایک علمی و ادبی، دوسرا
...ن تھا، ہائی اسکول تک ان کی تعلیم بھی اعظم گڈھ میں ہوئی تھی، اسی زمانہ سے
...د ہر زمانہ میں یکساں قائم رہا، جب تک وہ لکھنؤ میں رہے، اکثر ان سے
...جانے کے بعد کبھی ہندوستانی اکیڈمی کے جلسہ میں اور کبھی اردو کی
...یا تی تھی، جب ملاقات ہوتی تو اپنی طالب علمی کے زمانہ کے دارالمصنفین کے
...پنے اعظم گڈھ کے شاگردوں کو دارالمصنفین سے استفادہ کی برابر تاکید کرتے
...تے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آئی، ان کی موت سے اردو کا بہت بڑا
...ں کا ایک نمونہ اٹھ گیا، اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔

...مسجد کا ذکر ایک مرتبہ آچکا ہے، اصل عمارت قریب قریب مکمل ہو گئی
...باقی ہے، اس وقت تک چار پانچ لاکھ روپئے صرف ہو چکے ہیں، ابھی
...ہے، یہ مسجد اپنی وسعت، خوبصورتی اور طرز تعمیر کے لحاظ سے دارالسلطنت
...ملیہ میں اسلام کی سب سے بڑی نشانی ہے، اس لیے اس کی تعمیر میں امداد دنیا
...صاحب ثروت مسلمان اس کار خیر میں پوری مدد دیں گے،
...ی صاحب نے جن مخالف حالات میں اس کام کو انجام دیا ہے
...ر تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

مقالات

خریطۂ جواہر

از شاہ معین الدین احمد ندوی

دلی مرحوم کی سرزمین نے ہر صنف میں جیسے جیسے اصحاب کمال پیدا کیے اسکی مثال ملک کے کسی دوسرے حصہ میں نہیں مل سکتی اور یہ عجیب واقعہ ہے کہ حکومت کے زوال اور دلی کی تباہی کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑا، جب پورے ملک میں انقلاب برپا تھا، تیموری حکومت دم توڑ رہی تھی، دلی پر آئے دن مصائب کا نزول ہوتا رہتا تھا، اسکی علمی بزم اسی طرح قائم تھی، سیاسی مطلع پر تاریکی چھائی ہوئی تھی، مگر دلی کا آسمان علم و ادب کے ستاروں سے جگمگا رہا تھا، اور اس کی خزاں بھی ہم رنگ بہار تھی،

اس مختصر مضمون میں ان اصحاب کمال کے نام گنانے کی بھی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہمارا مقصود ہے صرف ایک صنف شعر و ادب کے اساطین اشرف علی فغاں، مرزا سودا، میر تقی میر، خواجہ میر درد، میر اثر اور مصحفی وغیرہ اسی دور کی پیداوار ہیں، فارسی شعراء میں میر عبدالجلیل بلگرامی، قزلباش خاں امید، شیخ سعد اللہ گلشن، سراج الدین خاں آرزو، انند رام مخلص اسی دور کی یادگار ہیں، اور یہ سلسلہ بہادر شاہ ظفر تک برابر قائم رہا، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا امام بخش صہبائی، مرزا غالب، مومن اور ذوق کے نام اس کے لیے کافی ہیں،

س عہد کے باکمال بزرگ ہیں، ان کی شخصیت مختلف حیثیتوں سے نہایت ممتاز تھی،
صوفی اور طریقۂ نقشبندیہ کے نامور شیخ تھے، دوسری طرف فارسی اور
اور شعروادب کے دیدہ ور نقاد تھے، تمام تذکرہ نویس ان کی سخنوری
و زبان اور شاعری کی اصلاح میں ان کا نمایاں حصہ ہے، انھوں نے
کر اردو شاعری کو سیدھے راستہ پر لگایا، قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں:-

ئی را ترک کردہ ریختہ در زبان اردوئے معلی شاہ جہان آباد
عوام و خواص گردیدہ مروج ساختہ

ن ریختہ باعتقاد فقیر مرزا ست و پس بدیگراں رسیدہ

بھی جنھوں نے بادلِ ناخواستہ آبحیات میں مرزا صاحب کو جگہ دی

طبع کا نتیجہ ہے کہ زبان کی طرف توجہ کی اور اسے ایسا تراشا کر
انھیں پیچھے چھوڑ کر اپنے عہد کا طبقہ الگ کر دیا، اور اہل زبان

ن کا پایہ بہت اونچا تھا، جو نفاست و لطافت ان کے مزاج
رگی ان کے کلام میں بھی ہے، وہ ہندوستان کے اُن فارسی شعراء
ں کے کلام کا ہم پایہ ہے، میر تقی میر جیسا سخت گیر نقاد انکو سلیم و کلیم
شعراء میں لکھتے ہیں:

(میرزا) بنظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم و کلیم پائے کمی نداد

اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل میشود"

میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں:

مرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است و باقتضائے اسم خود روح الروح
معنی پروری نو عروس مقال را مشاطگی، ذہنش طرز تازہ و قصہ ریخیال را بتر دستی
نگرش حسن بے اندازہ شعلۂ و ازش آتش زن خرمنہا و شوخی اندازش شور انگن انجمنہا

فارسی شاعری ایک زمانہ تک گل و بلبل اور ہجر و وصال کا افسانہ رہی، اس میں تصوف
نے جان پیدا کی، مولانا شبلی لکھتے ہیں:

فارسی شاعری اس وقت تک قالب بیجان رہی جب تک اس میں تصوف کا
عنصر شامل نہ ہوا، شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے، تصوف سے پہلے
جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، قصیدہ مداحی و خوشامد کا نام تھا، مثنوی
واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں، تصوف کا اصل مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے،
جو سرتاپا جذبہ و جوش ہے، عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس
آگ نے تمام سینہ و دل گرما دیے"۔

سلطان ابو سعید ابو الخیر، حکیم سنائی، خواجہ فرید الدین عطار، عراقی، مولانا جامی
اور خسرو وغیرہ کے کلام میں اسی شراب کی مستی اور اسی طور کی تجلیاں ہیں،

مرزا مظہر جانجاناں تنہا شاعر نہیں بلکہ صاحب دل شیخ بھی تھے، اس لیے ان کے کلام
میں بھی اس کے شرارے نظر آتے ہیں، ہمارا اصل مقصد انکے فارسی شعراء کے انتخاب خریطۂ جواہر
پر تبصرہ کرنا ہے، مگر اس سے پہلے ان کے کلام پر مختصر تبصرہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، انھوں نے
اپنے کلام کا انتخاب خریطۂ جواہر میں بھی دیا ہے، اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کی فرمائش پر انکو

نے سرو آزاد میں نقل کیا ہے، ان ہی دونوں سے اس کے کچھ نمونے نقل
نکے مرتبۂ شاعری کا اندازہ ہوگا،

طبع اور نزاکت مزاج دیوانگی کے عالم میں بھی قائم رہتی ہے، چنانچہ
ں میں ان کو پتھر مارنے کے بجائے شیشہ کے صاف و شفاف ٹکڑوں

ئے شیشہ باید زد
چو مظہر مرزا دیوانۂ نازک طبیعت را

کے وفور کو اس شوخ انداز میں بیان کرتے ہیں،

را اندامش از شوخی
چوں آں صہبائے پر زورے کہ در مینائی گنجد

ت سے اس کا بدن اس کے لباس کو تار تار کر دیتا ہے، جس طرح تیز و تند

، اس پر اردو کا ایک شعر یاد آگیا،

بی شراب کی
تصویر کھینچیں آج تمھارے شباب کی

باں دریں دیار
یک سنگ راہ نیست کہ لوحِ مزار نیست

اتنے لوگوں نے جانیں دی دی ہیں کہ اس راہ کا ہر پتھر لوح مزار بن گیا ہے،

ن از شوق
بخاک و خون طپم و گوئی از برائے من است

ریں نثار ہیں کہ میں شوق میں خاک و خون میں تڑپ رہا ہوں اور

ے مداوا بردا شت
ہر جانے نتواں از مسیحا بردا شت

ں ہے جو اپنے لیے مداوا کا ننگ برداشت کرے، ایک جان کیلیے
شوق کی برہمی کی کتنی پُرلطف تصویر ہے۔

پشت پائے بحنا زو سرمہ را در خاک ریخت
از پئے آزار من ناحق درآزار خود است

مہندی کو پیروں سے مسل ڈالا اور سرمہ کو خاک میں ملا دیا، میرے ستانے کے لیے ناحق خود آزار
میں مبتلا ہے،

سوز دل از ہر بن مویم نمایاں کردہ اند
ایں جفا جویاں مرا سر و چراغاں کردہ اند

ان جفا جو معشوقوں نے میرے ہر بن مو سے ایسا سوز دل نمایاں کر دیا ہے کہ اس کی
روشنی نے سرو چراغاں بنا دیا ہے،

جز تو در دیدہ من کس نگذارد قدمے
شہرہ دارد کہ دریں خانہ پری می باشد

جس گھر میں جن اور پری کا سایہ ہوتا ہے اس میں لوگ جاتے ڈرتے ہیں، اس سے
فائدہ اٹھا کر کہتے ہیں کہ میری آنکھ میں تیرے سوا کوئی قدم نہیں رکھتا کیونکہ یہ شہرت ہے کہ اس
گھر میں پری رہتی ہے" پری" نے اس شعر میں کتنا لطف پیدا کر دیا ہے۔

کتنی عمدہ تشبیہ ہے :۔

برنگِ غنچہ گر اندک نسیمے باز می گردد
اگر حرفے بپرسد باز دل دفتر بروں آید

میرا حال غنچہ کے جیسا ہے کہ جو تھوڑی سی نسیم چلنے سے کھل جاتا ہے، اسی طرح اگر محبوب
ذرا بھی حال پوچھتا ہے تو دل پورا دفتر کھول دیتا ہے،

ایک دوسری تشبیہ ملاحظہ ہو :

بایں ضعف از اشارتہائے ابروئے تو در شورم
کہ تا ساز ندہ را ناخن بجنبد تار می نالد

جس طرح ساز بجانے والے کے ناخن کی ذرا سی چھیڑ سے ستار کا تار بجنے لگتا ہے
اسی طرح ضعف و ناتوانی کے باوجود تیرے ابرو کے اشارے سے دل میں شورش
پیدا ہو جاتی ہے۔

...م سرپا زدہ است — کز گلِ زخم سرم بوئے حنا می آید

...یرے سر پر کس نے پاؤں رکھا ہے کہ میرے سر کے زخم سے حنا کی خوشبو آتی ہے،

...ہے،

...منت کشِ شمع و چراغ — خار بر گورِ غریباں گل فشانی می کند

...مزار شمع اور چراغ کی احسانمند نہیں ہے، گورِ غریباں پر گلفشانی کیلیے

...تو وا می گردد — دستِ فریادِ مرا دستِ دعا می گردد

... ہاتھ اٹھاتا ہوں اور تیرے چہرہ پر نظر پڑتی ہے تو فریاد کا ہاتھ دستِ دعا

...سے دعا نکلنے لگتی ہے،

...اندرونِ دیدہ جا باشد — تہی از بوریا ہم خانۂ اہلِ صفا باشد

...کے اندر کہاں جگہ مل سکتی ہے، کیونکہ اہلِ صفا کا گھر بوریے سے بھی خالی

...ئے فراخ بودہ است — چوں فلک در گردشِ ساغر جہانے یافتم

...بھی کتنی وسیع ہے جس طرح فلک ایک گردش میں پورا جہان طے کرلیتا

...گردش میں ایک جہان مجھے مل گیا یا نظر سے گذر گیا،

...ہم از زبانِ یار — شرمت نیامد از دلِ امیدوارِ من

...رے نامۂ شوق کا جواب نہیں دیا تھا تو ناگزیر کو بھی میرے امیدوار دل سے

...کے لیے محبوب کی زبان سے اپنی طرف سے کچھ کہہ دیتا،

یاد آں ذوق کہ مظہر بدمِ تیغ کشی — سینہ می سود بے تسکینِ جگر می کردے

وہ ذوق و شوق بھی کیسا تھا کہ محبوب کی تیغ کشی کے وقت مظہر دل و جگر کی تسکین کیلئے سینہ کو تلوار سے رگڑتا تھا،

ان اشعار سے مرزا صاحب کے اعلیٰ ذوق اور ان کے مرتبۂ شاعری کا اندازہ ہوگا، وہ جس درجہ کے شاعر تھے اسی درجہ کے سخن سنج بھی تھے، اس پر انکا انتخاب خریطۂ جواہر شاہد ہے، اس میں انھوں نے فارسی شاعری کے پورے دفتر کا عطر کھینچ دیا ہے، خریطۂ جواہر اُن کتابوں میں ہے جنھوں نے ہندوستان میں فارسی شاعری کا صحیح ذوق پیدا کیا ہے، اب فارسی شعر و ادب کا ذوق ختم ہو رہا ہے اب تیرے تو خریطۂ جواہر کے نام سے بھی واقف نہ ہوں گے، اس لیے عرصہ سے اس پر تبصرہ کا خیال تھا، جو اب جاکر پورا ہوا، اس میں کئی سو شاعروں کا انتخاب ہے، جو بڑی تقطیع کے اسّی صفحوں پر پھیلا ہوا ہے، ان سب پر تبصرہ کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، اس لیے اس انتخاب میں راقم کو جو شعر زیادہ پسند آئے گا، ان کو مع ترجمہ پیش کیا جائے گا، اس طرح یہ گویا مرزا صاحب کے انتخاب کا انتخاب ہے،

فارسی کیا کسی شایستہ زبان کی شاعری کا ایسا ترجمہ ناممکن ہے جس میں اصل کی ساری خوبیاں قائم رہیں، ترجمہ میں مفہوم تو ایک حد تک ادا ہو جاتا ہے، لیکن اصل زبان کے الفاظ اور ترکیبوں کی خوبی و لطافت سے جو حسن پیدا ہوتا ہے، اس کو ترجمہ میں منتقل نہیں کیا جا سکتا، فارسی جیسی نازک اور لطیف زبان کی خوبیوں، پھر ایرانی شعراء کی نازک خیالی کو ترجمہ میں قائم رکھنا تو اور بھی دشوار ہے، ترجمہ سے صرف شعر کے مفہوم کی طرف رہبری ہوتی ہے، پورا لطف لذت اصل ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، اس ترجمہ کی حیثیت بھی یہی ہے،

انوری بخاری: شاید کہ بہ بینم سرِ خود در قدمِ او — خواہم کہ شوم کشتۂ تیغِ ستمِ او

ی یے قتل ہونے کی تمنا ہے کہ شاید اس طرح میرا سر کٹ کر اُسکے قدموں

یش گذرانید چوں نیست امیدم کہ بیایم دگر آنجا

ے آہستہ آہستہ لے چلنا، کیونکہ دوبارہ یہاں آنے کی امید نہیں۔

از قامتش یادم کہ ہمچوں سایہ بیخود گشتہ در پایش بیفتادم

رو نے اس سرو قد کی یاد دلائی تو میں بیخود ہو کر سایہ کی طرح

کم مجلتم غافل کہ ایں کرشمہ محبت فزوں کند

رتا ہے کہ اس سے میری محبت کم ہو جائیگی، مگر وہ شاید اس سے

ڑھا دیتا ہے،

ہ بہر تو تا کے بسجدہ افتم و تا کے دعا کنم

یں اور اتنی مرتبہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہیں کہ اب آسمان و

روی چہ بخاطر بگذارنم کہ تو از یاد روی

ں سے نکل جانا چاہتا ہے، جب تیری یاد ہی نکل جائے گی تو پھر

کا۔

خود چوں کنم ظاہر مرا ساقی گریباں گیرد و مے در گلو ریزد

جب میں وہاں تو یہ ظاہر کر دوں تو ساقی میرا گریبان پکڑ کر

میر ابوالحسن فراہانی: نگویم حال دل از حال من کو بیخبر باشد — بہ بیدرداں بیانِ درد دل دردِ دگر باشد

جو شخص میری حالت سے بیخبر ہوتا ہے اس سے میں اپنا حال دل نہیں بیان کرتا، ایسے بیدردوں سے دردِ دل بیان کرنا ایک دوسرا دردِ سر ہے،

شیخ ابوالقاسم: بر لوحِ دل چو تختۂ تعلیمِ کودکاں — ہر حرفِ آرزو کہ نوشتم خراب شد

دل کی لوح پر بچوں کی تعلیم کی تختی کی طرح جو حرف آرزو لکھا وہ خراب گیا، بچوں کی اکثر تحریریں خراب ہو جاتی ہیں، یعنی کوئی آرزو بر نہ آئی،

ز معجزہائے عشقت اینکہ شبہا در سرِ کویش — نگاہ بام و در را لذتِ دیدار می باشد

ترے عشق کا یہ معجزہ ہے کہ راتوں کو اس کے کوچہ کے در و بام میں لذتِ دیدار پیدا ہو جاتی ہے، یا اس کے بام و در کو دیکھنے میں بھی لذت ملتی ہے۔

خواجہ آصفی: تو ہم در آئینہ حیران حسن خویشتنی — زمانہ ایست کہ ہر کس بخود گرفتار است

تو آئینہ دیکھکر اپنے حسن پر آپ حیران ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، زمانہ میں ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہے

طالب آملی: بسوئے خویشتن از لطف گستاخانہ کش دستم — کہ من بسیار محجوبم ہم آغوشی نمیدانم

ایک ناتجربہ کار عاشق التجا کرتا ہے کہ "تو پیار سے بے حجابانہ میرا ہاتھ اپنی طرف کھینچ لے" میں بہت شرمندہ ہوں کہ ہم آغوشی کا طریقہ نہیں جانتا،

اس پر مولانا شبلی کا مشہور شوخ شعر یاد آگیا

من فدائے بتِ شوخے کہ بہ ہنگامِ وصال — بمن آموخت خود آئینِ ہم آغوشی را

میں اُس شوخ بت پر فدا ہوں کہ جس نے وصال کے وقت مجھکو خود ہم آغوشی کا طریقہ سکھایا،

ز انگشتم شمیم غنچۂ فردوس می آید — نمیدانم سحر بندِ گریبانِ کہ وا کردم

ں کا بندِ گریباں کھولا تھا کہ میری انگلیوں سے غنچۂ فردوس کی خوشبو آتی ہے۔

از بہرِ محرومی مرا بیدار می سازد کہ یار آمد چہ خوابست این

آتا ہے تو بختِ بد اس کے لطف و لذت سے محروم کرنے کے لیے

ب آگیا ہے، یہ کون سونے کا وقت ہے یعنی بدبختی سے ایسے وقت

د دارم چہ خواہی عذر دشنامِ گذشتہ

ت کیوں کر رہا ہے، میں تو دوسری دشنام کا امیدوار ہوں۔

ں ست عیب تو ہمین است کہ در کشور ما ئی

کہ تیری جیسی بے بہا متاع دنیا میں نہیں ہے، اس کے باوجود

ت یہ ہے کہ مجھ میں ہے، اس لیے کوئی قدر نہیں،

عرضِ شوق حیف از زباں کہ بالِ کبوتر نمی شود

صلاحیت ہے اور نہ عرضِ شوق کی، وہ زبان بھی کیا زبان ہے

ں دکہ وہ نامۂ شوق تو پہنچا دیتا ہے،

ل سینہ ام چوں خمار آلودہ نتواند لب از خمیازہ بست

ت ہے کہ جس طرح خمار آلودہ جمائی سے منہ بند نہیں کر سکتا

یں ہوتا، ذوقِ لذت میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے،

تواں شنید افغاں کہ بازبانِ جرس آشنا نیم

ا جا سکتا ہے، لیکن افسوس کہ میں خود زبانِ جرس سے ناواقف ہوں۔

شعر یاد آگیا،

کس ندانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

کسی کو بھی اصل منزلِ مقصود کی خبر نہیں، بس اتنا ہے کہ جرس کی آواز سنائی دیتی ہے۔

امانی انجفی :۔ فرصتم کے شد کہ آرم دامنِ وصلش بکف

از گریباں دست اگر بر داشتم بر سر زدم

مجھکو اس کا دامنِ وصل پکڑنے کی فرصت کہاں ملی جب گریبان ہاتھ سے چھوڑتا تھا تو سر پیٹتا تھا۔

مرزا مخدوم اشرف :۔ خدارا یک زماں بردار از رخ پردہ اے لیلیٰ

کہ ناصح بر ملامت می کند مجنون شیدا را

لیلیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ ناصح مجھ مجنون کو ملامت کرتا رہتا ہے، ذرا اپنے رخ سے پردہ ہٹا دے کہ اس کو بھی تیرے حسن کا اندازہ ہو جائے،

اردو کا مشہور شعر ہے،

دکھاؤں گا تجھے ناصح اس آفتِ جاں کو

خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

اوجی نطنزی :۔ گر بیخود آمدیم بکوئے تو دور نیست

فرصت نیافتیم کہ خود را خبر کنیم

اگر میں تیری گلی میں بیخود آیا تو تعجب کی بات نہیں ہے، مجھکو اس کی فرصت ہی نہیں ملی کہ اپنے کو ہشیار کر سکوں،

مرزا ابوالحسن شیرازی :۔ خوش آنکہ در قدمت رود بہ شہادتِ من

نشانِ پائے تو گردد نشانِ تربتِ من

کیا اچھا ہوتا کہ تیرے قدموں میں میری شہادت ہوتی اور تیرے قدم کا نشان میری تربت کا نشان بنتا،

مرزا قزوینی :۔ بتمکینے غمش در دل نشستہ

کہ گر وصل آید از بر نہ خیزد

اس کا غم دل میں ایسا جم کر بیٹھا ہے کہ اگر وصل بھی آجائے تو اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا یعنی وصل بھی غمِ محبت کو دور نہیں کر سکتا،

...ب بود و من غافل از فریب　　بیدرد در عائے خود اندر میانہ ساخت

...ب اور میں اس کے فریب سے غافل تھا، اس لیے اس نے میرے اور محبوب کے

...ر شامل کر دیا یا اپنا کام بنا لیا،

...ن تو بوسہ دادہ ایم　　با ما ہنوز دشمنی آسماں بجا است

... نے ایک مرتبہ تیرے آستانہ کو بوسہ دیا تھا، میرے ساتھ اب تک

...نظرے ہست با منش　　اے روزگار فرصتے اے مرگ مہلتے

...تیری سنائی ہے کہ مجھ پر نظر توجہ ہے تو اے زمانہ اور اے موت اس سے

...ی سی مہلت دیدے۔

...ساب آذری چہ می ترسی　　تو کیستی کہ در آں روز در حساب آئی

...ب کے ہول سے کیوں خوف زدہ ہے، تیری کیا حقیقت ہے کہ اس دن

...ر تو بھی کسی شمار میں آئے گا،

...ت کہ جان منی باین معنی　　کہ تا ز من بگستی بمن نہ پیوستی

...ری جان کہنا صحیح ہے کہ جس طرح جان چلی جانے کے بعد پھر نہیں لوٹتی،

...ے الگ ہوا ہے پھر نہیں ملا۔

...بلبلِ شوریدہ کہ گل را　　بیند کہ بچینند و بہ بازار فروشند

...ی حالت قابل رحم ہے جو یہ دیکھتی ہے کہ (اس کے محبوب) پھول کو توڑ کر

...دبہ وعدۂ کرمن　　از ذوقِ ایں نوید بفردا نمی رسم

ایفائے وعدہ کا خوف نہ کر وعدہ کرلے، اس لیے کہ اس خوشخبری کو سنکر میں کل تک زندہ ہی نہ رہوں گا کہ تجھ کو وعدہ وفا کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔

ملا باقر کاشانی: مدعی گر برد پیش محتسب مستم چہ باک　　آہ اگر ہشیار پیش میفروش آرد مرا

اگر حریف مجھکو مستی کی حالت میں محتسب کے پاس لیجاتا ہے تو کچھ پروا نہیں، البتہ اگر ہشیاری کی حالت میں مے فروش کے پاس لیجاتا تو باعثِ شرم ہوتا۔

یارب آں سوز فگن در دلِ دیوانۂ ما　　کہ کلیم آید و آتش برد از سینۂ ما

خدایا میرے دل میں وہ سوز پیدا کر دے کہ موسیٰ کلیم اللہ (جو آگ کی تلاش میں طور کی طرف گئے تھے) آکر میرے سینہ سے آگ لیجائیں۔

با تو گمانِ مہر و وفا داشتی بیار　　ایں جورہا سزائے دل بدگمان تست

باقرؔ تجھکو محبوب سے مہر و وفا کی امید تھی، اس کا ظلم و جور دل کی اسی بدگمانی کی سزا ہے۔

زاں سو نہ رنجشے نہ ازیں سو شکایتے　　خوں باد دل کہ صد سخن اندر میانہ ساخت

کسی سے کوئی رنجش اور شکوہ و شکایت نہیں، خدا دل کو غارت کرے، اسی نے ساری باتیں پیدا کیں

دانم کہ سراپائے وجودم ہمہ درد است　　داغِ تو ندانم کہ کجا ہست کجا نیست

میرا پورا وجود سراپا درد بن گیا ہے، مجھے اس کا بھی پتہ نہیں کہ تیرا داغ کہاں ہے کہاں نہیں ہے

از بسکہ بہر دام فتادیم و رمیدیم　　در دست کسے نیست کہ مشتِ پر ما نیست

میں ہر دام میں پھنسکر بچ نکلا اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اسکے ہاتھ میں میرے کچھ پر نہ ہوں،

ہنوز آں سنگدل از ناز با من سرگراں دارد　　مرا کشتست و منت بر زمین و آسمان دارد

ابتک وہ سنگدل از راہ ناز مجھ سے سرگراں ہے، مجھے قتل کیا ہے اور اس کا احسان زمین و آسمان پر رکھتا ہے۔

م تا پیشِ او یک لحظہ بنشینم پئے تعظیم تا پیدا شوم از دور برخیزد

کے پاس ایک لمحہ بیٹھتا ہوں تو مجھے شرمندہ کرنے کے لیے مجھ کو دور سے دیکھ کر

ڑا ہو جاتا ہے۔

دان وفا باش کہ ایشاں آں دست ندارند کہ دامان تو گیرند

ا کی طرف سے بالکل بے فکر رہ، ان میں اس کی طاقت ہی نہیں کہ دو دامن ہی

پکڑ سکیں۔

اغتِ وصل تو نیستم مارا برائے خاطر ہجراں نگاہ دار

ل کے لائق نہیں ہوں، اس لیے مجھ کو ہجر کی خاطر محفوظ رکھ یا رکھ چھوڑ،

بر نیم نگہ قادر نیست چشم دارم کہ سراپائے تو نظارہ کنم

ہمت دل کا تو حال یہ ہے کہ اچٹتی ہوئی نظر ڈالنے پر بھی قادر نہیں اور میں تیرے

آرزو رکھتا ہوں،

گزیدلے دائے چوں سازم ز دستِ من نمی آید کہ چشم خویشتن پوشم

سارے حسینوں میں تجھی کو انتخاب کیا ہے، میں کیا کروں، اپنے ہاتھ سے اپنی

یعنی اگرچہ یہ مصیبت آنکھ کی لائی ہوئی ہے لیکن میں دیدہ و دانستہ اس کو

تھا،

و جانب کشش طلب بنوعے کہ تو ہم نمی توانی ز من احتراز کردن

ز سر نیاز مندی تو سنگ دل نگاہے ہزار ناز کردن

سے ذوق طلب کی ایسی کشش ہے کہ تو بھی مجھ سے دامن نہیں بچا سکتا، اگرچہ مجھ

از راہ نیاز مندی عجز و نیاز دگی ہے تو تجھ جیسے سنگ دل کی طرف سے ہزاروں

ناز و ادا کے ساتھ ایک نگاہ ہے، یعنی تو بھی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہے۔

حزنی اصفہانی: مرا بر سادہ لوحی ہائے حزنی خندہ می آید کہ عاشق گشت و چشم رحمت از یار ہم دارد

مجھے حزنی کی اس سادہ لوحی پر ہنسی آتی ہے کہ محبوب پر عاشق بھی ہے اور اس سے لطف و رحمت

کی امید بھی رکھتا ہے،

در چمن بود زلیخا و بحسرت می گفت یاد زنداں کہ در انجمن آرائے ہست

زلیخا چمن میں رہ کر بھی حسرت سے کہتی تھی کہ وہ زنداں بھی یاد کے قابل ہے جس میں

ایک انجمن آرا (حضرت یوسفؑ) مقیم ہے،

حسن بیگ نعیمی: تسلیش نکشد آرزو اگر اینست ہزار سالہ وصال تو انتظار مرا

اگر آرزو کی شدت کا یہی عالم ہے تو ہزار سالہ وصال بھی میرے انتظار کی تسلی نہیں کر سکتا،

گیرم کہ حرف قاصد با من ہمہ فریب است ایں بس کہ دل زمانے امید وار گردد

میں مانتا ہوں کہ قاصد کی ساری باتیں فریب ہیں مگر اتنا کافی ہے کہ اس سے تھوڑی دیر

کے لیے دل کو امید بندھ جاتی ہے،

اگرچہ امشبم از درد ہجراں جاں نمی ماند بایں شادم کہ بار محنت ہجراں نمی ماند

اگرچہ آج کی رات درد ہجراں سے زندہ نہ بچوں گا لیکن اس سے خوش ہوں کہ اسکے بعد

ہجر کی مشقت اٹھانے سے نجات مل جائے گی،

صد بارہ از بزم تو گر رنجہ روم باز آیم کشش شوق بلائیست کہ من می دانم

اگر سو بار بھی تیری بزم سے رنجیدہ چلا آتا ہوں تو پھر جاتا ہوں، شوق کی کشش ایسی بلا ہے

کہ اس کی لذت میں ہی جانتا ہوں۔

مرزا جامی: ز فریب وعدہ امشب نزدیم چشم بر ہم کہ شبِ امید واری در خانہ باز باشد

ریب وعدہ سے آج کی رات آنکھ نہیں جھپکائی کیونکہ جس رات کو کسی کے آنے
گھر کا دروازہ کھلا رہتا ہے،

نمودم بذوق و زودہ حال　　　　فراق آنچہ بمن می کند سزائے من است

ن جو ذوق و شوق میں نے ظاہر کیا ہے، فراق میرے ساتھ جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ

ران کن کہ من سوختہ دل　　　　زندہ از بہر ہمینم کہ جفائے تو کشم

سروں کے ساتھ وفا کر، اس لیے کہ میں سوختہ دل تو صرف تیری جفائیں
ہوں.

ہیچ وجہ دلم وا نمی شود　　　　گویا کہ خاطرے کسے از من گرفتہ است

رادل کسی عنوان نہیں کھلتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا دل میری طرف
گرفتگی اسی کا نتیجہ ہے۔

ا د خدا ساز شود　　　　گرہ قطرہ بدریا چو رسد باز شود

پڑتا ہے اس کو وہ خود بنا دیتا ہے، قطرہ کی گرہ سمندر میں پہنچکر خود بخود

ی کا یہ مشہور شعر یاد آگیا

سازِ ما بفکر کار ما　　　　فکر ما در کار ما آزار ما

ت دل بمہر کہ بندم　　　　کہ ز صفحہ خالی چہ انتخاب کند

می ہی کا وجود نہیں تو دل کا تعلق کس سے قائم کروں، کوئی شخص سادہ
سکتا ہے.

شیخ علی حزیں: شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی　　　　گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد

میں اس پر خوش ہوں کہ تو رقیبوں سے دامن جھاڑتا گذر گیا خواہ اس میں میری خاک بھی برباد ہو جائے،

امیر خسرو: ما را وداع کرد دل و دین ہر چہ بود　　　　الا سر نیاز کہ بر آستاں بماند

اس سر نیاز کے سوا جو کسی کے آستانہ پر جھکا تھا دین و دل سب نے ساتھ چھوڑ دیا، کوئی بھی
کام نہ آیا،

بیم تیغم نیست لیکن ایں سرکم بخت را　　　　دوست میدارم کہ زیر پائے او بسیار بود

مجھکو اس کی تلوار کا خوف نہیں ہے کہ (سر قلم ہو جائے گا) بلکہ یہ سر اس لیے محبوب ہے
کہ اس کے قدم کے نیچے بہت رہ چکا ہے،

بخفت خسرو مسکیں دریں ہوس شبہا　　　　کہ دیدہ بر سر پایت نہد بخواب رود

بیچارہ خسرو اس تمنا میں بہت سی راتوں کو نہیں سویا کہ تیرے قدموں پر آنکھ
رکھکر سو جائے جو میسر نہ ہوا۔

خسرو است و شب و افسانۂ یار و ہر بار　　　　قدرے می گرید پس بر سر افسانہ رود

خسرو کا شغل یہ ہے کہ خسرو ہے، رات کا سناٹا ہے اور یار کا افسانہ ہے، وہ تھوڑا سا
افسانہ سنا کر روتا ہے اور پھر شروع سے افسانہ شروع کرتا ہے،

کششِ عشق دارد نگذارت بدیساں　　　　بجنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی

عشق کی کشش تجھے اسی طرح آزاد نہ چھوڑے گی، اگر تو جنازہ پر نہیں تو مزار پر آنے
کے لیے مجبور ہو گا،

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتہ ای　　　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

تونے اپنی قیمت دونوں عالم بتائی ہے، ابھی قیمت اور بڑھا کہ ان داموں میں بہت سستے ہے،

مرد از غمت گفت — نخواہد مرد چون من جانِ اُو یم

ں نے کہا کہ فلاں تیرے غم میں مرگیا، اس نے جواب دیا کہ جس کی جان

مر سکتا،

ں راخندہ می پنداشتم زبے — کنوں برمی دہد تخمے کہ من می کاشتم زبے

شقوں کے آنسوؤں کو کبھی ہنسی کھیل سمجھتا تھا، جو بیج میں نے بو یا تھا.

ں میں بھی اسی حال میں مبتلا ہوگیا ہوں۔

بہ تیغ ناز کشی — مگر زندہ کنی خلق را و باز کشی

وئی بھی زندہ نہیں بچا، اب سوا اس کے کوئی قتل کے لیے نہیں

کو زندہ کرکے دوبارہ قتل کر دو،

ں دزدیدہ دردے بینم و ترسم — چو شخصے کز چمن گل چیند و از باغباں ترسد

ے خوف سے اس کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہوں اور ڈرتا

شخص چمن سے پھول توڑتا ہے، مگر باغبان سے ڈرتا رہتا ہے،

ریضم بمہد زمانہ — ہر عضوے درد و گفتن ندانم

ں میں اس بیمار بچے کی طرح ہوں جو اپنی بیماری نہیں بتا سکتا، یہی حال

ہے مگر بتانے کی طاقت نہیں،

جلتے ہوئے ہندی اور اردو کے دو شعر یاد آگئے:

ے کہوں تو مکھ جل جائے — گونگے کا سپنا بھیو سمجھ سمجھ پچتائے

ل جلے اور منہ سے کہوں تو منہ جل جائے، میرا بھی حال گونگے کے خواب

بتا سکتا اور سوچ سوچ کر کڑھتا ہے،

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا — زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

مرزا خلقی: رسید بر سر بالیں بوقتِ نزع یار — چراغِ زندگیم شامِ مرگ روشن شد

محبوب میری نزع کے وقت میرے سرہانے آیا، میری زندگی کا چراغ میری موت کی شام کو روشن ہوا،

رکن الدین دعوی: دست من گیر کہ ایں دستہاں است کہ من — بارہا در غمِ ہجراں تو بر سر زدہ ام

اسی شرم میں میرا ہاتھ پکڑ لے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے تیرے غم ہجر میں بار بار سر پیٹا ہے،

مرزا دانش: کاش در تاراج گلشن صید گلچیں می شدم — پیش ازاں کز آشیاں صیاد بردارد مرا

کاش اس سے پہلے کہ صیاد مجھکو آشیانہ سے نکالے، گلشن کی تاراجی کے وقت گلچیں کا شکار ہوگیا ہوتا کہ صیاد کو آشیانہ سے محروم کرنے کی نوبت نہ آتی،

جلوہ گاہ خوشخرامِ ماست خاکِ لالہ زار — آں حنائی نقش پائے جابجا افتادہ است

لالہ زار کی سرزمین ہمارے خوشخرام (معشوق) کی جلوہ گاہ ہے. یہ لالہ کی سرخی نہیں ہے بلکہ محبوب کے حنائی قدموں کے نشانات ہیں،

تہنیت گوئید مستاں را کہ سنگ محتسب — بر سرِ من آمد و ایں آفت از مینا گذشت

مستوں کو مبارکباد دو کہ محتسب کا ڈھیلا میرے سر پر پڑا اور مینا کے سر سے یہ آفت ٹل گئی میرا سر ٹوٹ گیا مگر مینا گزند سے محفوظ رہا،

ما بذوقِ گریۂ مستی دریں بزم آمدیم — مے بدہ ساقی بقدرِ آنکہ چشمم تر شود

میں گریۂ مستی کے ذوق میں اس بزم میں آیا ہوں اس لیے اتنی شراب تو دے کہ اس سے میری آنکھ تر ہو جائے،

تاک را سیراب سازد ابرِ نیساں در بہار — قطرۂ تا مے تواند شد چرا گوہر شود

...ں اس لیے انگور کی بیل کو سیراب کرتا ہے کہ جو قطرہ شراب بن سکتا

...ائع ہو۔

...ان چو از قفس رستند　　زنخل خانۂ صیاد آشیاں بستند

...ی حق شناس جب قفس سے رہا ہوئے تو حق نمک ادا کرنے کے لیے

...یاد کے گھر کے درخت پر آشیانہ بنایا۔

...غ شکستہ پر صیاد　　رسد بپائے گل گر بآشیاں نرسد

...ا ہے کہ مرغ شکستہ پر کے درپئے آزار نہ ہو، اس میں اڑنے کی طاقت

...ب تو نہیں پہنچ سکتا ہے، شاید رینگتے رینگتے کسی پھول تک پہنچ جائے،

...شت در ویرانہ ام　　خانۂ صیاد آباداں کہ تقصیرے نکرد

...ر کا آشیانہ بھی باقی نہ چھوڑا، خدا صیاد کا گھر آباد رکھے، اس نے اپنی

...یران کرنے میں کوئی کمی نہیں کی،

...م بجاں آوردہ است　　در قفس بلبل بگلگشت گلستاں آوردہ

...دلی نے جان پر بنا دی ہے، ستم یہ ہے کہ وہ قفس میں بلبل کو گلستاں کی

...رح اسے اور تڑپاتا ہے،

...ب بر خاک می ریزد　　کہ می لرزد دلم برگے کہ از تاک می ریزد

...زمین پر گراتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا ہوں جبکہ میرا دل انگور کی پتی

...ا ہے،

...خاکِ گلستاں می طپم　　کو پر و بالے کہ جائے آشیاں پیدا کنم

...ئے اور میں گلستاں کی خاک پر لوٹتا ہوں، اب وہ بال و پر کہاں

کہ آشیانہ بنا سکوں۔

ذوق دل تنگی بو جدم در قفس آوردہ است　　بیخبر پندارد انداز رہائی میکنم

دل تنگی کے ذوق نے مجھکو قفس میں بجوڈ کر دیا ہے، بیخبر صیاد سمجھتا ہے کہ میں نے رہائی کے لیے یہ شکل اختیار کی ہے،

ملا درکی قمی: کم از یوسف نئی پیش صبا بکشا گریباں را　　کہ در عہد تو ہم یک چشم نابینا شود روشن

تم یوسف سے کم نہیں ہو باد صبا کے سامنے گریباں تو کھو لو (جس کی بو سونگھ کر) تمھارے زمانہ میں بھی ایک نابینا آنکھ روشن ہو جائے (جس طرح حضرت یوسفؑ کی بو سونگھ کر حضرت یعقوبؑ کی آنکھ روشن ہو گئی تھی)

با شمع بگوئید کہ مردیم ز غیرت　　ما طاقتِ سرگوشی پروانہ نداریم

شمع سے کہدو کہ میں غیرت سے مرگیا، مجھ میں شمع سے پروانہ کی سرگوشی دیکھنے کی طاقت نہیں،

میر حیدر معمائی رفیعی: نمیدانم چہ سازم آہ با جانِ غیور خود　　کہ ہر دید نش می میرد و سویش نمی بیند

آہ اس غیرت مند جان کے ساتھ کیا کروں جو اس کو دیکھنے کے لیے تو مرتی ہے لیکن اس کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتی،

عبدالرحیم خانخاناں: بجرم عشق توام می کشند غوغائیست　　تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

ایک شور ہے کہ تیرے جرم عشق کی سزا میں مجھے قتل کر رہے ہیں، تو بھی ذرا بام پر آکر دیکھ لے کہ بہت اچھا تماشا ہے،

اعظم خاں: ادائے حق محبت عنایتیست ز دوست　　دگرنہ عاشق خاطر بہیچ خرسند است

محبت کا پورا حق ادا کرنا دوست کی عنایت و مہربانی ہے، ورنہ بیچارہ عاشق تو ادنی برتاؤ سے بھی خوش ہے،

وش آں ہلال ابرو — ز روئے حسن بخورشید می زند پہلو

ے محبوب کے کانوں کا موتی ستارہ کی طرح ہے، مگر اپنے حسن و خوبی
ہے یا اس کا پہلو دباتا ہے۔

خ بفرستند و نہ پرسند — جرمم کہ ندانم سر سودائے قیامت

پوچھے بغیر مجھے دوزخ میں بھیج دیں مجھ میں قیامت کا ہنگامہ برداشت

غمم کہ مسکیں — چہ فریب خوردہ باشد بچہ دل نہادہ باشد

کسی (نو وارد) کو دیکھتا ہوں تو یہ غم مجھے مارے ڈالتا ہے کہ بیچارہ
کس سے دل لگایا ہے،

ی کا ایک اور شعر ہے،

دل شاد می آید — فریب کز تو اول خوردہ بودم یاد می آید

کے کوچہ سے خوش و مسرور آتا دیکھتا ہوں تو وہ دھوکا جو میں نے
تا ہے،

م و بر من دامن افشاند — غبار در دل از ہر کس کہ دارد بر من افشاند

ے ہوتا ہے اور اتارتا مجھ پر ہے، دل میں جس سے بھی غبار رکھتا ہو

ے بجز تو الفت — وگرم تو ہم نخواہی سر بیکسی سلامت

محبت نہیں کرتا، اگر تو بھی اس کا روادار نہیں تو خدا میری بیکسی سلامت رکھے،

نگہ دارد — خرابۂ دل عاشق ہزار رہ دارد

دل عاشق کے خرابہ میں ہزاروں راہیں ہیں، اس لیے کوئی شخص غم سے اس راہ کی
نگہبانی کیونکر کرسکتا ہے،

نیاز عاشقاں معشوق را در ناز آورد — تو سراپا وفا بودی ترا من بے وفا کردم

عاشقوں کی نیازمندی معشوقوں میں ناز پیدا کرتی ہے، تو تو سراپا وفا تھا میری نیازمندی
نے تجھے بے وفا بنا دیا،

قاضی نجفی اصفہانی: حسن آدید ترا دست زیوسف برداشت — باغباں تربیت گلبن نوخیز کند

حسن نے جب تجھکو دیکھا یوسف سے دست بردار ہوگیا کیونکہ باغبان نوخیز پودے
کی پرورش کرتا ہے،

روشنی ہمدانی: باچنیں بخت کہ خود ہم دشمن جان خودم — سادہ لوحی بیں کہ خواہم دوستدار من شوی

ایسی قسمت کے ساتھ کہ میں خود اپنی جان کا دشمن ہوں، یہ سادہ لوحی بھی دیکھنے کے لائق ہے
کہ چاہتا ہوں کہ تو میرا دوست بنجائے۔

بدگمانی ملاحظہ ہو:

در بزم از آں بہ پہلوئے خود جا دہد مرا — تا راست سوئے او نتوانم نگاہ کرد

بزم میں مجھے اس لیے اپنے پہلو میں بٹھاتا ہے کہ میں اس کی طرف سیدھی نگاہ نہ ڈال سکوں،
(کہ پہلو میں رخ پھیرے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا)

میر محمد رضا: رمیدہ خاطرم از ہر چہ ہست در عالم — بغیر یار کہ او عالم دگر دارد

اس عالم میں جو کچھ بھی ہے سب سے میرا دل بے تعلق ہوگیا، بجز دوست کے کہ اس کا عالم ہی دوسرا ہے،

سلطان بیگ رہی: فضائے کنج قفس دلنشینم افتادہ است — وگرنہ در ہمہ جا آب و دانہ بسیار است

کسی جگہ بھی آب و دانہ کی کمی نہیں لیکن کنج قفس کی فضا دل میں ایسی بھا گئی ہے کہ اور کسی طرف

ی،

بسل چکنم در فراقِ یار　　　　از شاخِ گل بخاک فتادہ طپید و مرد

بل سے پوچھا کہ فراقِ یار میں کیا کروں، وہ شاخِ گل سے زمین پر گری، تڑپی اور

کا علاج صرف موت ہے۔

ر و گرد در خاک و خون غلطیدن است　　　　گر بگیرم روزِ محشر دامنِ قاتل بکف

گر میں قاتل کا دامن پکڑوں تو اس مقصد (داد خواہی نہیں) بلکہ دوبارہ خاک و

ہے،

ی بلا خارے ندارد　　　　کہ از دامانِ من یاری ندارد

ن بلا میں کوئی ایسا خار نہیں ہے جو میرے دامن سے دوستی نہ رکھتا ہو،

سے الجھتا ہے۔

پس از قطعِ محبت لذتے دارد　　　　کہ شاخِ نخل پیوندی بہ از اول ثمر گیرد

طعِ محبت میں بھی ایک لذت ہو کیونکہ جس شاخ میں پیوند لگایا جاتا ہے وہ پہلے

ہے،

ن این ہمہ فریاد ز دل تنگی چیست　　　　شکرہا کن کہ دلت جائے تپیدن دارد

طب ہو کر کہتا ہے کہ تیری یہ فریاد دل تنگی کی وجہ سے کیوں ہے، تجھے تو شکر کرنا چاہیے،

نے کی جگہ ہے،　مجھے یہ بھی حاصل نہیں،

آن کشتہ نگیرد آرام　　　　کہ دلش زخم دگر خواہد و قاتل برود

اس مقتول کو آرام نہیں مل سکتا جس کا دل دوسرے زخم کا تمنائی ہو اور

چلا جائے۔

(باقی)

مولانا محمد علی کی یاد میں

از سید صباح الدین عبدالرحمٰن

(۲)

اس ملاقات کے بعد وفد خلافت انگلستان کے وزیر اعظم ڈیوڈ لائڈ جارج سے ملا، اس موقع پر وفد کے ارکان مولانا محمد علیؒ، سید حسین، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور محمد حیات کے علاوہ، رائٹ آنریبل ایچ، اے، ایل فشر اور سر فریڈرک ولیم ڈیوک بھی تھے، موخر الذکر بنگال کے گورنر بھی رہ چکے تھے، اس زمانہ میں ساری دنیا میں لائڈ جارج کا طوطی بول رہا تھا، وہ پہلی جنگ عظیم کے اصلی فاتح سمجھے جاتے تھے، عام طور سے یہ بات مشہور تھی کہ انھوں نے ایک رات اس جنگ کا نقشہ اتنی دماغ سوزی سے تیار کیا تھا کہ صبح کو ان کے سارے سیاہ بال سفید ہو گئے تھے، وہ اپنی مقبولیت کی وجہ سے جو بات کہہ جاتے، وہ غلط اور جھوٹ بھی ہوتی تو صحیح اور سچی سمجھی جاتی، اس بڑی جنگ کا ایک بڑا مقصد ترکی امپائر کا حصہ بخرا کرنا تھا، کیونکہ اسکی وجہ سے دنیا میں اسلام کی ایک موثر قوت بنی ہوئی تھی، اسی لیے شام، عراق، عرب، یمن، مصر، سلیشیا، ارمینیا اور تھریس وغیرہ کے لیے جمہوریت کے نام پر حقِ آزادی کا نعرہ بلند کیا گیا تھا، مزہ تو یہ تھا کہ اس جمہوریت اور آزادی کے علمبردار خود ایک ایسے امپائر کے مالک بنے ہوئے تھے جس کے غلاموں کی سرزمین میں آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا تھا، ہندوستان جیسا بڑا ملک بھی اُن کا غلام بنا ہوا تھا، یہاں ان کے نزدیک حق جمہوریت اور آزادی کا نام زبان پر

...ن کے لیے یا تو جیل خانہ تھا یا فوج اور پولیس کی گولیاں تھیں ، اس زمانہ میں وزسٹن
...تقریروں میں کہتے کہ یہ جنگ ترکوں کے خلاف ایک صلیبی جنگ ہے ، لارڈ الن بائی
...امپائر کے حصے بخرے کرنے میں جو حصہ لیا ، اس بنا پر انکے متعلق اخباروں میں لکھا جاتا
...پوری عیسائی دنیا متحد ہو کر نہ کر سکی تھی ، وہ تنہا کر سکے صحافتی جادو بھی پورا کام کر رہا
...پنی مردم شماری کے دستاویزات سے ثابت کرتے کہ تھریس میں ان کی اکثریت ہے ،
...فی صدی ہیں یونانی صرف ۲۶.۹ فی صدی ہیں ، مگر اخباری پروپگنڈا کے ذریعہ
...کو جھٹلا کر رکھدیا گیا ، اکثریت اقلیت میں تبدیل کر دی گئی ، اسی طرح اخباروں میں
...قتل عام کی شہرت ایسی دی گئی کہ سارے جھوٹے بیانات سچے معلوم ہونے لگے ، تمام
...ں کر ملا چیخنے لگے کہ وہاں تیس لاکھ آدمی قتل کر دیے گئے ، اس بڑی تعداد کے قتل
...الزامات کو نہ صرف اخباروں بلکہ تصویروں اور سینماؤں کے ذریعہ صحیح قرار
...ں کی گئی ، استاذی المحترم مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنی نجی صحبت میں فرماتے تھے کہ
...ت سے ان الزامات کی تردید ہوتی تو کوئی اخبار شائع نہ کرتا ، اخبار ٹائمس
...آزادی کا بڑا حامی تھا ، اس میں ترکوں کی حمایت میں کوئی بیان یا تحریر بھیجی جاتی
...ں شائع کرنا پسند نہ کرتا ، استاذی المحترم فرماتے کہ انگلستان اور یورپ والوں نے
...ت کی آزادی کو آسمانی وحی کی طرح مقدس چیز منوالیا ہے ، مگر انھوں نے اس
...ڑ میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کا ایک ایسا فن ایجاد کیا ہے ،
...ں رہ جاتی ہے ، اور صحافتی جادو سچ کو جھوٹ منوا کر اپنا مطلب پورا کر لینے میں
...تا ہے ، ان کا مسلک یہ ہے کہ جھوٹ کو اس وقت تک دہراتے رہنا چاہیے
...چ نہ سمجھ لیا جائے ، دوسری جنگ عظیم میں جرمنی میں نازی وزیر گوئبلز اس کا بڑا ماہر

سمجھا جاتا تھا لیکن موجودہ دور کے اخبارات اب اس سے کہیں زیادہ بازی لے گئے ہیں ،

برطانوی حکومت اور پریس دونوں نے طے کر لیا تھا کہ ترکوں کو مجرم قرار دے کر انکو ساری دنیا میں مطعون اور مبغوض کیا جائے ، اس لیے اپنے پروپگنڈا کی مشنریوں کو جتنا زیادہ تیز کر سکتے تھے ، کرتے رہے ، ان ہی حالات میں مولانا محمد علی کا وفد لائڈ جارج سے ملا ، دونوں کی تقریریں ذیل میں درج کی جاتی ہیں ، مولانا محمد علی نے وہی باتیں کہیں جو رائٹ آنریبل مسٹر فشر کے سامنے کہہ چکے تھے لیکن ان کی تقریر کا تیور بدلا ہوا تھا ، اس زمانہ میں ان کی تقریروں کی دھوم مچی رہتی ، ہندوستان کے تمام اخبارات نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کرتے رہتے ، انگریزوں کی جابرانہ سامراجی حکومت کے زمانہ میں سب کچھ کہنا آسان نہ تھا لیکن اس زمانہ میں مولانا محمد علی نے جس جرأت اور دلیری سے کام لے کر تقریریں کیں ، وہ اس جمہوری دور میں بھی شاید ہی کوئی کر سکتا ہے ، لائڈ جارج کے سامنے ان کی تقریر کا پورا ترجمہ اس لیے درج کیا جا رہا ہے کہ ان کے جو پرستار اب بھی باقی ہیں ، وہ اس سے لطف لیں اور جو ان کے نکتہ چیں رہ گئے ہیں وہ عبرت حاصل کریں کہ جب ایمانی حمیت اور مذہبی غیرت باقی رہتی ہے تو آتش نمرود بھی اس کے لیے گلزار خلیل بنجاتی ہے ، مولانا محمد علی کی زندگی اب بھی یہ کہہ رہی ہے

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

وہ اسلام کے سفیر اور ضمیر بنکر شیر کی طرح غراتے رہے ، وہ ان رہنماؤں میں نہ تھے جو اپنی فطرت کی جہانبانی کا دعویٰ تو کرتے رہتے ہیں لیکن کسی جمشید کا ساغر بنے رہتے ہیں کسی جمشید کا ساغر بنکر رہنے میں زبان تو اپنی ہوتی ہے لیکن ضمیر اپنا نہیں ہوتا ، گویا وہ اپنی چرب زبانی سے اپنی ضمیر فروشی کو بھی اسلامی ضمیر قرار دیتے رہتے ہیں ، مولانا محمد علی میں عقل کی روباہی کے بجائے عشق ید اللہی رہا ، جس سے ان میں ایک ایسی روشن ضمیری پیدا ہوئی جو ان سے کہتی رہی ہے

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفےٰ ، عقل تمام بولہب

ہموریت اور آزادی کی تعلیم دینے والے وزیر اعظم لائڈ جارج کے سامنے
ولانا محمد علی نے قلندرانہ شان کے ساتھ انداز ملوکانہ میں جو حملۂ ترکانہ
ذیل کی تقریریں دیکھا اور سنا جا سکتا ہے، اس میں لے تو حجازی ضرور
ں ہے، ان تقریروں سے ہندوستان میں تحریک خلافت کی نوعیت اور
ی۔

ں کہ ہم لوگ یہاں ایک مذہبی مسئلہ کو لیکر آئے ہیں جو ہمارے لیے
ں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خلافت سے ہندوستانی مسلمانوں کا کیا
یک مذہب محض مراسم یا عقائد کے مجموعہ کا نام نہیں ہے، یہ پوری
تی نظام ہے، یہ کوئی ایسی چیز کو تسلیم نہیں کرتا جس سے روحانی اور
اور مذہب میں فرق و امتیاز پیدا ہو جائے، یہ زندگی کو ہر طرح
ور مربوط دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے، جس میں انسانیت کے تمام مسائل
سان اپنے کو خدا کا بندہ یعنی غلام سمجھتا ہے، اسی کی اطاعت کرتا
کم سمجھتا ہے، اسلام میں لسانی، جغرافیائی اور سیاسی حدود ایسے
ل ملاپ اور ہمدردی میں رکاوٹ بنجائیں، اسلام زندگی کو
N) نقطۂ نظر سے دیکھنے کے بجائے مافوق القومی (Super
دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے، شروع سے اسلام کے دو مرکز رہے ہیں،
کانی، ذاتی مرکز کا تعلق خلیفہ سے ہے، جو کہ رسول کا جانشین سمجھا
ں (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام کے ذاتی مرکز تھے، خلیفہ کی وجہ سے
قرار ہے، مکانی مرکز جزیرۃ العرب ہے، جو پیغمبروں کی سرزمین بھی

کہلاتا ہے، اسلام میں عرب محض ایک جزیرہ نما نہیں ہے، اس کی چوتھی سرحد دریائے فرات اور دجلہ ہے، خلیفہ ان تمام معاملات میں امیر المومنین ہے، جن کے لیے اسلام میں یزدانی رہنمائی کی تلقین موجود ہو، خلیفہ کے تمام احکام کی اطاعت تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے، بشرطیکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق ہوں، دین کی محافظت کے لیے امیر المومنین کے پاس ہمیشہ قابل ذکر علاقہ، بری اور بحری فوج اور مالیاتی ذرائع ہونے چاہئیں، جن کو اصطلاحاً دنیاوی قوت کہا جاتا ہے۔

قرآن کا حکم ہے لکم دینکم ولی دین۔ مذہب میں جبر نہیں ہے، اسلام میں طاقت اس وقت استعمال کی جاتی ہے، جب اس کے مخالفین طاقت کی دلیل کا سہارا لیتے ہیں، مسلمان کی ذات اور اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ محض ربانی امانت ہے، اگر دین کی حمایت اور خداوند تعالیٰ کی خدمت کی خاطر اس امانت کی ضرورت پڑے تو مسلمان اس امانت کو پیش نہ کر کے اس میں خیانت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کی دنیاوی قوتوں کے لیے یہی امانت بڑا سرمایہ ہے، دنیا اب بھی طاقت پر بھروسہ رکھتی ہے، اسی لیے خلیفہ اپنی دنیاوی طاقت سے کس طرح سبکدوش کیا جا سکتا ہے۔

اسی لیے جناب عالی! ہمارا پہلا حق یہ ہے، جس کو ہم یہاں پیش کرنے کے لیے آئے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں خلیفہ کو خاطر خواہ دنیاوی طاقت کے ساتھ برقرار رکھیں، اس دنیاوی طاقت کا معیار وہی ہو جیسا ہونا چاہیے۔

ہم زیادہ تفصیل میں تو نہیں جانا چاہتے ہیں، لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ ترکوں نے جو مختلف لڑائیاں لڑیں، خصوصاً بلقان کی جنگ کے بعد خلیفہ کی سلطنت اتنی محدود ہو کر رہ گئی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہے، اسی لیے مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ اب خلیفہ کے

رہنے دیا جائے، مسلمان ترکی کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ سیاسی
ترکی امپائر کے اندر جتنے عیسائی، یہودی، اور مسلمان فرقے
ظت کے ساتھ ان کو خود مختارانہ طور پر آگے بڑھنے کے مواقع
کے اقتدار اعلیٰ اور وقار کو بھی ساتھ ہی ساتھ برقرار رکھا جائے"
ے یہ معنی ہیں کہ آپ شامی مسلمانوں کی اس بات کے مخالف ہیں
کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے؟
میں اس بات کا ذکر کرنے والا ہی تھا لیکن آپ نے یہ سوال
گا کہ اس مسئلہ کو مسلمانوں کے لیے چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ خود
ہماری وابستگی مذہبی نوعیت کی ہے، اسی طرح ہم ایک لازمی اور
ور عربوں سے مل کر بھی ان سے کچھ کہنا چاہیں گے، قرآن کا
ئی ہیں، ان میں باہمی صلح کراؤ"، ہم صلح اور آشتی کی خاطر
یکر عربوں اور ترکوں کے پاس بھی جانا چاہتے ہیں۔
خلیفہ کی صرف دنیاوی طاقت کی حد تک ہے، کیونکہ آپنے
سلطان کے پاس جو طاقت رہ گئی تھی، وہ کم سے کم تھی،
معلومات نامکمل ہیں، کہ شام، فلسطین اور دوسرے علاقوں
ر ایک آزاد مسلم ریاست کا اعلان کیا ہے،
لی! مجھکو امید ہے کہ اگر ہم لوگوں کو ان لوگوں سے ملنے
ن ہو سکے گا ہم ان میں ملاپ پیدا کر دیں، عربوں اور
ہیں لیکن امیر فیصل جب ایک مسلمان کی حیثیت سے اس مسئلہ

پر غور کریں گے، اور ان کو اس طرح ضرور غور کرنا چاہیے، تو وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ انکے ذاتی اور خود عربوں کے حوصلوں کی تکمیل ترکوں کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے،

وزیر اعظم۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ عربوں کی آزادی کے خلاف ہیں۔

مولانا محمد علی۔ ہاں، میں کہہ رہا تھا کہ مسلمان اپنے خلیفہ کے لیے دنیاوی طاقت کے خواہاں ہیں، میں اس کا مخالف نہیں ہوں کہ عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کو عثمانی اقتدار اعلیٰ کے ساتھ جان و مال کی حفاظت اور خود مختاری کی ضمانت بھی دیجائے، اگر ترکی کے اقتدار اعلیٰ کے وقار کو قائم رکھا جائے، تو یہ مسئلہ زیادہ مشکل نظر نہیں آئے گا، ہمارے برطانوی امپائر میں بھی تو مختلف مذہبی فرقے کے لوگ آباد ہیں، ان میں سے کچھ تو بڑی حد تک آزاد ہیں، اور کچھ یہ امید رکھتے ہیں — میرا اشارہ ہندوستان کی طرف ہے — کہ ان کو اس سے زیادہ خود مختاری حاصل ہو جائے گی جو اب ان کو حاصل ہے، ہماری خود خواہش ہے کہ ہم کو خود مختاری حاصل ہو تو پھر ہم ٹرکش امپائر کے عربوں، یہودیوں اور عیسائیوں کو اس حق سے کیوں محروم کر دینا پسند کریں گے، ہمارا برطانوی امپائر نمونہ ہے جس کی مدد سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے،

ایک تو ہماری یہ تجویز ہے کہ خلیفہ کو خاطر خواہ دنیاوی طاقت کے ساتھ برقرار رکھا جائے، دوسری تجویز یہ ہے کہ ہمارے دین کا مکانی مرکز یعنی جزیرۃ العرب کو خالص مسلمانوں کے قبضہ میں رہنا چاہیے، ہمارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ آخری وصیت تھی، جزیرۃ العرب کی جو حد بھی سرحد دجلہ اور فرات ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس میں شام، فلسطین اور میسوپوٹیمیا کے علاوہ وہ علاقے بھی شامل ہیں جن کو یورپ کے جغرافیہ دان عرب کا جزیرۃ العرب کہتے ہیں، اگر اس پر یا اس کے کسی علاقہ پر غیر مسلموں کا تسلط کسی قسم

...بھی برداشت نہیں کریں گے، یہ ہمارے لیے ایک لازمی مذہبی حکم ہے،
...نوں ہی کا تسلط ہو، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ علاقہ خلیفہ ہی کے
...واضح کردوں کہ مذہبی حکم کی تعمیل تو ہو جائے گی اگر امیر فیصل کا اس
...خلیفہ کے لیے کافی علاقے، ذرائع، بری اور بحری افواج کا ہونا
...ے اقتصادی اور معاشی ضرورتوں کا بھی یہ تقاضا ہو جاتا ہے کہ
...پہلے کی طرح خلیفہ کے براہ راست اقتدار میں باقی رہے، ہم کو
...اپنے ہم مذہبوں سے ملے تو ہم ترکوں اور عربوں کے اختلافات کو
...یں کہا جا سکتا ہے کہ عرب میں ترکوں کی حکومت ایسی رہی کہ
...مداخلت کرنا ضروری ہو گیا، ہم کو ان کے مظالم کی خبر نہیں
...! آپ کو یہ معلوم ہے کہ یمن میں بڑی شورش رہی، لیکن اس
...علیحدگی اختیار نہیں کی،

...سلمانوں کی طرف سے آپ کے سامنے یہاں پیش کرنے کے لیے
...ہبی حکم ہے کہ مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کا نگراں خلیفہ ہو،
...چاہتی ہے کہ نجف، کربلا، کاظمین، سامرا اور بغداد کی زیارت گاہیں
...، چونکہ یہ سب جزیرۃ العرب ہی میں واقع ہیں،
...م کے ہیں، جن کے پورے ہونے ہی پر مسلمان اپنے کو مطمئن پائینگے،
...طنیہ، تھریس اور ایشیائے کوچک کے سلسلہ میں آپ کی مزید مدد
...نوں کی اکثریت ہے، آپ کا جو وعدہ تھا، جس کا اعادہ ابھی حال
...کا ایفا چاہتے ہیں، مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کی طرح قسطنطنیہ

کو تقدس حاصل نہیں ہے، پھر بھی قسطنطنیہ کو دنیا کے تمام مسلمان مقدس نظروں سے دیکھتے آئے ہیں، اور اسلام بول (استنبول) یعنی اسلام کے شہر کے ساتھ تو پانچ صدیوں کی تاریخ وابستہ ہے، اسلام کا شہر ایسا نام کسی اور شہر کو اب تک نہیں دیا گیا، اگر ترکوں کو اس دار الخلافت سے ان کے بوریا بستر کے ساتھ نکال باہر کیا گیا تو مسلمان یہی سمجھیں گے کہ اسلام کو پھر صلیبی جنگ کا چیلنج دیا گیا ہے، اور یورپ مشرق پر یورپ اپنا تسلط چاہتا ہے، اگر ایسا ہوا تو پوری دنیا کے مسلمان اور پورا مشرق اس کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھیں گے، اور یہ خطرہ برطانوی امپائر، ایشیا اور افریقہ کے اتحادیوں کے لیے بھی ہوگا،

پھر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ مسلمان اسلام کی اس اہانت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ خلیفہ کو قسطنطنیہ میں محض یرغمال بنا کر رکھا جائے، وہ تو ویٹیکن کا پوپ نہیں ہو سکتا، او ویٹیکن کا پوپ بن کر رہنا کیسے گوارا کر سکتا ہے، اور یہ کہکر اپنا فرض ادا کروں گا کہ اتحادیوں نے اس وقت جو رویہ اختیار کر رکھا ہے، اس سے مسلمانوں کے جذبات میں ایسا اشتعال پیدا ہو جائے گا جن کو قابو میں رکھنا بہت ہی مشکل ہوگا، ان کا اشتعال دنیا کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے،

جہاں تک تھریس کا تعلق ہے، اگر وہاں کے لوگوں کو حق خود اختیاری دیا گیا تو یہ ترکی کے ساتھ خود ہی رہنا پسند کرینگے بشرطیکہ یہ حق منصفانہ اور ایماندارانہ طور سے استعمال کرنے کو دیا گیا،

سمرنا پر اب یونانیوں کا قبضہ ہے، وہ تو جنگ میں ترکوں کے خلاف برسرپیکار بھی نہیں رہے، لیکن اتحادیوں کی سرپرستی میں ان کے اس تسلط سے مسلمانوں کے اس اعتماد کو بڑا دھکا پہنچا ہے، جو برطانوی وعدوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، اور وہاں جو مظالم ہو رہے ہیں اس سے مسلمانوں میں اشتعال انگیز برگشتگی پیدا ہو گئی ہے، مسلمان یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یونانی سرمایہ دار یہاں اس لیے قبضہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایشیائے کوچک کے

ں کا استحصال کریں، یہ علاقے بلا شک وشبہہ ترکوں کا وطن ہے، اگر یہ
ں گئی تو ترک نہ صرف یورپ ہی سے بوریا بستر کے ساتھ نکال باہر کردیے
ں ان کے بوریا بستر کے لیے کوئی جگہ نہ رہے گی، وہ تجارت اور صنعت
رہ جائیں گے، اور ایشیائے کوچک کے ایک گھرے ہوئے علاقے میں
ں کا جلد از جلد دیوالیہ ہونا یقینی ہو جائے گا، اگر یہاں بھی حق خود اختیاری
یں یونانیوں کا دعویٰ خود بخود ختم ہو جائے گا جس پر سرمایہ داروں
ں کی حریصانہ نظر پڑ رہی ہے،

ں وہی سارے اسباب کارفرما ہیں، جو سمرنا میں دیکھے جا رہے ہیں،
ڈریا کی خلیج صرف کچھ لوگوں کی حریصانہ نظر کا مرکز بنی ہوئی ہے،

ج بنی ہوئی ہے،

ت ہے اس کو میں نظر انداز نہیں کرتا ہوں، کسی مسلمان کے خواب و خیال
موں کی حمایت کی خواہش پیدا نہیں ہو سکتی ہے، ہندوستان کا یہ وفد
ہار کرتا ہے، اور ان تمام مظلومین کے ساتھ خواہ وہ عیسائی ہوں یا
رتا ہے، لیکن اگر ترکوں کو مجرم بنا کر سزا دینی ہے، اور محض اس جرم پر کہ
، دوسرے مذہبی فرقوں اور گروہوں کو عثمانی حکومت سے آزاد کرنا
وفد کی یہ تجویز ہے کہ قتل کے سارے مسئلے کی تحقیقات ایک بین الاقوامی
ئے جس میں کل ہند خلافت کانفرنس کی بھی نمایندگی مناسب طور
تجویز پہلے بھی ہم تار کے ذریعہ پیش کرنے کی عزت حاصل کر چکے ہیں،
ہوئے ہیں ان کی اصلیت کی چھان بین کمیشن کرے، پھر اسی کے ساتھ

اس قتل عام کی بھی پوری تحقیقات ہو، جو کہ روس کی وجہ سے ایشیائے کوچک میں بلقان کی کامیاب سازشوں کی بنا پر ہوا، یہ کمیشن سلطان کی عیسائی رعایا کی ان انقلابی تنظیموں کی باغیانہ حرکتوں کی بھی تحقیقات کرے جو سلطان کی حکومت کے خلاف ہوتی رہیں، یہ کمیشن ان اشتعال انگیزیوں کی بھی تحقیقات کرے جو اس علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف بروئے کار آئیں اور پھر ان جھگڑوں کی نوعیت اور ان میں جو قومیں کام کرتی رہیں ان کی بھی تحقیقات ہو،

وزیر اعظم ۔ آپ کی دلیلوں سے میرے لیے یہ بات واضح نہیں ہو رہی ہے کہ آپ وہاں کے قتل عام سے انکار کر رہے ہیں یا اس کو درست قرار دے رہے ہیں،

مولانا محمد علی ۔ میں نہ اس سے انکار کرتا ہوں اور نہ اس کو درست قرار دے رہا ہوں، میری گزارش ہے کہ جہاں تک ہم لوگوں کا تعلق ہے ہم لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ نہ اس کو صحیح قرار دے سکتے ہیں اور نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں، ہم مسلمان کی حیثیت سے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں، ہم ترک نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں ۔ کہ اگر کسی بات پر ترکوں کو سزا دینی ہے تو پہلے اس کے لیے مکمل اور غیر جانبدارانہ تحقیقات ہو جانی چاہیے۔

وزیر اعظم ۔ پیرس میں ترکوں کے وفد نے جو ہم لوگوں کو جواب دیا تھا، اس میں تو انھوں نے اس قتل عام کا اعتراف کیا تھا، ان کا جواب صرف یہ تھا کہ اتنی ہی تعداد میں ایشیائے کوچک کی بری حکومت کی وجہ سے مسلمان بھی قتل کیے گئے"۔

مولانا محمد علی ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کہوں کہ ہم سے زیادہ ترک ہی بہتر طریقہ پر بتا سکتے ہیں کہ ان کی نمایندگی کون کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ترکوں کی آبادی کا بڑا حصہ اس وفد کو اپنا نمایندہ نہیں سمجھتا ہے، جو پیرس آیا، مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں ترکی کی مجلس اتحاد و ترقی سے وابستہ ہوں، حالانکہ میں نہیں ہوں، میرا اس سے کوئی

لس کے ممتاز اراکین کے نام تک نہیں جانتا ہوں، ہاں البتہ ایک مرتبہ
طلعت بے کو جو اس وقت ترکی کے وزیر امور داخلہ تھے، ایک پیام بھیجا
ہوں، اس میں شرکت کرنے سے پہلے ہزار بار غور و فکر کر لیں، ان کو
نگلستان کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تو ہندوستانی مسلمانوں
ہوگی، بس میرا اتنا ہی تعلق رہا،
ہی مناسب نصیحت تھی، کاش اس کو وہ لوگ قبول کرتے، ہم لوگ
خواہش مند نہیں ہوئے،

یہ سمجھتا ہوں۔
تو اس کا خواب بھی نہیں دیکھا، ہم لوگوں کے خلاف ترکی نے جنگ کی۔
س وقت برطانوی حکومت ہم لوگوں کی خدمت حاصل کرتی تو ہم
کو کامیابی کے ساتھ سمجھا سکتے تھے، مگر یہ باتیں تو اب ماضی کی ہیں۔
یادداشت کی ایک نقل مجھکو دیجئے۔

اخبار میں شائع ہو چکی ہے، میں نے اس کو ہندوستان میں پڑھا،
ایک جماعت جو دوسری جماعت کے متعلق کہتی ہے، اس پر ہمیشہ
اگر تمام ترکوں کو سزا دی گئی تو یہ سزا اداد فریدیا بشاادر اسکے
اس وقت جو لوگ برسر اقتدار تھے ان ہی کو جنگی مجرم قرار دیا
نہیں کرتا، میں ترکوں کی طرف سے وکالت نامہ لیکر نہیں آیا ہوں،
ستانی مسلمانوں کی وکالت کرنے آیا ہوں، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں
کا ہوں کہ مکمل تحقیقات ہو، اگر اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کو

یقین ہو جائے کہ ترک کسی اشتعال کے بغیر ہی قاتل بنے رہے، ان سے سفاکیاں ہوئیں، ہولناک
جرائم سرزد ہوئے تو میں ان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا، ہم لوگوں کے لیے تو یہ زیادہ اہم بات ہے کہ
اسلام کی نیک نامی پر کوئی دھبہ بھی نہ آئے، ہم تو ساری دنیا کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں،
لیکن اگر ترک قاتل ثابت ہوئے تو ہم کس منہ سے دنیا کے سامنے جائیں گے، اور کیا یہ کہہ سکیں
گے کہ ہم قاتلوں کے بھائی ہیں، لیکن ہم بھی اس قتل کی تاریخ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں،
صرف آرمینیا ہی میں ترکوں کو بڑا غیر روادار بتایا جاتا ہے، ان کے پاس ایسے علاقے بھی
تو ہیں جہاں عیسائی اور یہودی رہتے ہیں، آرمینیا کے لوگ صدیوں تک ترکوں کی حکومت
میں رہے، لیکن اس سے پہلے کبھی ان کی غیر رواداری کی شکایت نہیں کی، آرمینیا میں ترکوں
کے مظالم کی آواز گذشتہ صدی کے آغاز میں بلند کی گئی ہے، لیکن درحقیقت یہ قتل گذشتہ
صدی کے آخری حصے میں اس وقت شروع ہوا جبکہ روسیوں کو بلقان میں کامیابی ہونے لگی،
روسیوں نے پیٹر اعظم ہی کے زمانہ سے قسطنطنیہ پر اپنا تسلط قائم کرنے کی خواہش کے پردے
کو اٹھا رکھا تھا، وہ اس کو زار گراڈ بنا کر یہاں تک آنا چاہتے تھے، ان کی سازش بلقان میں
شروع ہوئی جس میں ان کو اپنی توقع کے خلاف کامیابی ہوئی، بلغاریہ بلغاریہ عظیم بن کر آزاد ہوا،
لیکن جہاں تک آرمینیوں کا تعلق ہے، وہ جنگجو کبھی نہیں رہے، ان میں حکومت و اقتدار اعلیٰ کی خواہش بھی
نہیں رہی، وہ تو روسیوں کے راسخ العقیدہ گرجا والوں سے گفتگو کرتے بھی گھبراتے، وہ فریب
میں آخر آگئے، جب سازشوں کا جال بچھایا گیا، ان کو اکسایا گیا کہ وہ روس کے زار سے کچھ سمجھوتہ
کر لیں تو ان کی صورت حال بہتر ہو جائے گی، اسی کے بعد قتل کی داستان شروع ہوئی، اسکے
خلاف شور و غوغا ہوا، اور شہادتیں بھی پیش کی گئیں، لیکن کبھی بین الاقوامی تحقیقات ایسی نہیں
ہوئی جو مسلمانوں اور عیسائیوں کو مطمئن کر سکے، اسی لیے ہم لوگ مخلصانہ طور پر آپ سے پوری

وپ اور پورے امریکہ سے اپیل کرتے ہیں کہ اگر ترکوں کو سزا اس لیے دیجا رہی
ر ان کی حکومت ظلم سے بھری رہی تو پھر اس کے لیے ایسی شہادتیں
ب وشبہہ سے بالا ہوں، ہم عاجزانہ طور پر کہتے ہیں کہ ایسی شہادتیں اس
ج کے ٹائمس میں بھی ان معصوم بھیڑوں کے بچوں کی خبر چھپی ہے، ہم
ائیوں کے لیے کسی تلخی کی غرض سے استعمال نہیں کر رہے ہیں، ہم یہاں
کے لیے نہیں آئے ہیں، بلکہ ممکن ہوا تو ہم اس میں کمی پیدا کریں گے، ہاں
الم کی خبریں چھپی ہیں، ہم اس پروپگنڈے سے اچھی طرح واقف ہیں،
جاری ہے، یہ ثابت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے کہ آرمینی باشندے
ور آفندی اقلیت میں ہونے کے باوجود اکثریت پر حکومت کر رہے ہیں
بس رہے ہیں، قتل عام کر رہے ہیں، انگریز اور یورپ کے دوسرے
تے میں گئے اور رہے، وہ ترکوں کو اب تک رحمدل اور مہربان سمجھتے رہے،
کا کہ یکایک کیا ہو گیا جس سے ترکوں سے ساری انسانیت جاتی رہی،
ے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ان سے نفرت کرنا چاہیے، ترکوں کے
ہے تو یہ شک وشبہہ سے بالاتر شہادتوں کی بنا پر ہونا چاہیے، دنیا میں
جھیں گے کہ ترکوں کو مسلمان ہونے کی وجہ سے سزا نہیں دی گئی لیکن
سمجھیں گے کہ ان کو سزا اس لیے دی گئی ہے کہ وہ مسلمان ہیں، اس قسم
تردد ی ہے، مجھکو یقین ہے کہ آپ یا آپ کی حکومت کو اس کا احساس
پیدا نہ ہو کہ آپ نے ترکوں کے ساتھ صلیبی جنگ کا سلوک کیا یا آپ
، ہم بھی مشرق میں یہی اثرات پیدا کرنا چاہتے ہیں، اگر ہم صلح و آشتی

نہ چاہتے تو یہاں نہ آتے، ہم تو امن کا پیام لے کر آئے ہیں، دنیا کے لیے صحیح معنوں میں امن کے خواہاں ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ترکی سے صلح کرنے میں کافی تاخیر ہو چکی ہے، ہماری حکومت نے بتایا ہے کہ اس کے لیے برطانیہ ذمہ دار نہیں ہے، تو اس کی ذمہ داری نہ ہم پر اور نہ ترکوں پر عائد کیجا سکتی ہے، اگر صحیح معنوں میں کوئی آخری سمجھوتہ کیا جائے تو مناسب تحقیقات کے لیے چھ مہینے کا وقت کوئی طویل مدت نہیں، کوئی ایسا سمجھوتہ نہ ہونا چاہیے جو مستقبل میں جنگ کا بیج بو دینے کے مرادف سمجھا جائے،

میں زیادہ وقت لے کر آپ کے پیمانۂ صبر کو لبریز نہیں کرنا چاہتا ہوں، ہماری عرض داشت درخواست یہ ہے کہ ایک مکمل اور غیر جانبدارانہ تحقیقات ہو، جس میں کل ہند خلافت کانفرنس کی بھی مناسب نمایندگی ہو، میں نے مسٹر فشر سے بھی کہا ہے کہ اگر ترک واقعی نالائق ہیں اور خلافت کی حکومت بھی ایسی ہے تو نہ صرف عیسائیوں کے خیال سے بلکہ خود ہم مسلمان کی حیثیت سے یہ غور کریں گے کہ ایسی خلافت قابل برداشت ہے کہ نہیں، ہمارے سامنے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے کی مثال موجود ہے کہ ان کے ساتھ صرف بہتر[۲] آدمی تھے، لیکن انھوں نے یزید کا مقابلہ اور کربلا میں شہادت حاصل کی، محض اس لیے کہ ایک ظالم کی حکومت قبول نہیں کی جا سکتی تھی، اگر ترک اس سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوئے اور ان کے مظالم کو مسلمانوں نے تسلیم کر لیا تو پھر خلافت کا مسئلہ ہی ختم کر دیا جائے گا، یہ بڑی دکھ بھری چیز ہوگی، لیکن ہم کو اسلام کے مفاد کی خاطر ایسا کرنا ہوگا،

ذرا میں فلسطین پر یہودیوں کے دعویٰ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، ہمارا وفد یہودیوں کے فرقہ سے کوئی ناانصافی کرنا نہیں چاہتا، میرا خیال ہے کہ اسلام کو اس منصفانہ سلوک پر فخر ہے جو گذشتہ زمانہ میں اس کی طرف سے یہودیوں کے ساتھ کیا جاتا رہا

...دس سرزمین پر رہا تو کوئی وجہ نہیں کہ یہودیوں کے جائز حقوق
...معقول اور قابل قبول ہوں تو عثمانی حکومت ضرور منظور کرتی
...ض ذمہ دار پروپگنڈا کرنے والوں سے میری ملاقات ہوئی ہے،
...کہا کہ وہ یہاں کوئی سیاسی اقتدار اعلیٰ نہیں چاہتے، وہ صرف
...پر بحث کیجا سکتی ہے، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں
...ں ہو یا یہ علاقہ برطانیہ کے فرامین کو عمل میں لانے والا ہو، انھوں نے
...یت کے نام پر معمولی طور کی معقول گارنٹی چاہتے ہیں کہ ہم خود مختار
...جائے" ہم لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں، اور ہندوستان کے
...یک وفاق پر یقین رکھتے ہیں، ہندوستان کی جو قومیت بھی
...ت مذاہب کے فرقوں کے وفاق کی پہلی مثال ہوگی، تو ہم یہودیوں
...د مختاری کے حق کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں، یہودیوں کی بڑی
...لمحہ کے لیے اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ سارے
...، جیسا کہ صیہونیت کے پرجوش حامی خیال کرتے ہیں، یہی بات
...ق کہوں گا، میں ان کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا پسند نہیں
...ں پیدا ہو، خود ہم لوگ ذلت آمیز سلوک میں مبتلا رہے ہیں، اسی لیے
...ن کو برا معلوم ہو، اگر اتحادی تمام آرمینیوں کو ایک لے ہوئے
...ر دوں کو نکال باہر کریں تو آرمینیا کے لوگ خود یہ پسند نہ کرینگے،
...جائے بلکہ اپنی پرانی حالت ہی پر رہنا پسند کریں گے۔
...یا کے باشندوں کے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں؟

مولانا محمد علی - جی ہاں، یہی بات میں یہودیوں کے متعلق کہوں گا، وہ دوسری جگہوں پر بڑے خوشحال ہیں، ان کو ایک وطن کی بڑی خواہش ضرور ہے، لیکن مجھکو اس کا ڈر نہیں ہے کہ یہودی اتنی تعداد میں یہاں آجائیں گے کہ مسلمانوں کی تعداد سے زیادہ ہو جائیں گے، یہودی تو یہی کہتے ہیں کہ دنیا کے اس حصہ پر ترکوں کے اقتدار اعلیٰ پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا، جب تک ان کو وہاں رہنے، اپنے طرز پر پھلنے پھولنے اور ثقافتی خود مختاری کے حق کو استعمال کرنے کا موقع دیا جاتا رہے گا،

کچھ دیر پہلے آپ نے عربوں سے متعلق ایک سوال کیا تھا، ہمارے وفد کو یہ شبہہ نہیں ہے کہ خلیفہ اور عربوں میں سمجھوتہ نہ ہو سکے گا، میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان بھائیوں میں باہمی صلح کراؤ، اور یہ ہم پر فرض ہے، بمبئی میں کل ہند خلافت کانفرنس میں یہ تجویز منظور ہو چکی ہے کہ ایک وفد حجاز جاکر عربوں اور ترکوں میں مصالحت کرائے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری دلچسپی خلافت کے ساتھ ہے، مسلمانوں کو عرب اور عربوں سے زیادہ کوئی اور علاقہ اور آبادی عزیز نہیں، عربوں کے مقابلہ میں ترکوں سے محبت زیادہ نہیں ہو سکتی ہے، عرب کو ہم خالص مسلمانوں کی نگرانی میں دیکھنا چاہتے ہیں، کسی اور کی نگرانی کو ہم کسی حال میں قبول نہ کریں گے، یہ ہمارے لیے ایک مذہبی فریضہ ہے، اس لیے اگر ہم جزیرۃ العرب پر خلیفہ کا اقتدار اعلیٰ چاہتے ہیں تو اس سے عربوں کے ساتھ غیر ہمدردی اور ترکوں کے ساتھ ہمدردی مراد نہیں، ترک تو ہم سے دور آباد ہیں، ہم میں سے کم ہی لوگ ٹرکش امپائر کی پوری تفصیلات سے واقف ہیں، مکہ اور مدینہ تو ہمارے لوگ بکثرت جایا کرتے ہیں، ہم میں سے تو بہت سے لوگ اس سرزمین میں مرنا پسند کرتے ہیں، بہت سے

ں
یاد ہو جاتے ہیں ، وہاں شادی بیاہ کرتے ہیں ، میری ایک پچی عرب خاتو
فر کے دوران جہاں بھی عربوں سے ملے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہم کو
سے بحث و مباحثہ کرنے کا موقع نہیں ملا ۔ لیکن پھر بھی جن عربوں سے
کہ حجاز کے بادشاہ کے متعلق ان کا کیا خیال ہے ، ایسے ملک کا بادشاہ
ئی بادشاہ نہیں ہو سکتا ، ان عربوں نے جواب دیا کہ یہ ایسا فعل
نے ہیں ، اور یہ ان کی مرضی کے خلاف عمل میں آیا ، وہ اس کو غلط سمجھتے ہیں ،
کا اظہار کرتے رہے ، مجھکو یہ نہیں معلوم ہے کہ اس میں کہاں تک صداقت
بھی ہیں جو عربوں کی طرف سے معذرت کرنے کے لیے پیش پیش ہیں ، انکا
ر شریف نے جو کچھ کیا وہ اسلام کو بچانے کی خاطر ہی کیا ، وہ ترکوں
اسلام کے حامی ہیں ، اس میں کہاں تک حقیقت ہے ، اس سے قطع نظر
لیا ، اب پیش کیا جا رہا ہے ، ہم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ ہم عربوں اور
راسکیں گے ، یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اتحادی کانسل اور صلح کانفرنس
وے کہ وہ خود اس بارے میں کچھ طے کر لیں ، میری یہ ہرگز خواہش نہیں کہ
وں کو ترکوں کے ماتحت رکھا جائے ، ہم وفاق چاہتے ہیں ، اگر ہمارا یہ
ئی وجہ نہیں کہ عربوں کو وہ تمام آزادی حاصل ہو جائے گی جو وہ چاہتے
ضرور دعویدار ہو سکتے ہیں لیکن وہ اس کو فراموش نہیں کر سکتے کہ اسلام
رق القومی نقطۂ نظر کی بھی تعلیم دیتا ہے ، اسی لحاظ سے خلافت ان کے لیے
ے جس طرح کہ ہم کو ہے ، شاہ حجاز خلیفہ بننے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں ، جب
ضوں نے ان کو ڈانٹا اور اپنے سرکاری ترجمان القبلہ میں یہ شائع کرا دیا کہ

وہ صرف شاہ حجاز کہلانا چاہتے ہیں ، امیر المومنین کا لقب خلیفہ کے لیے ہوتا ہے ،

وزیر اعظم ۔ امیر المومنین کے کیا معنے ہوتے ہیں ؟

مولانا محمد علی ۔ مومنوں کا سردار ، وہ ان کی سربراہی اسلام کے قانون کی خاطر کرتا ہے ، اس کو بادشاہت کے اختیارات حاصل کرنے کا حق نہیں ہوتا ، جناب عالی ! میرا خیال ہے کہ آپ اس سے متاثر ہوں گے کہ خلافت کا نظریہ جمہوریت کا ہے ، اور دنیا کے تمام سربراہوں میں خلیفہ ہی ایک ایسا سربراہ ہے جس کی تاجپوشی کی رسم کسی محل میں ادا نہیں کی جاتی ہے ، وہ صرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر جاتا ہے ، یہ رسول اللہ (صلعم) کے صحابی تھے ، جو قسطنطنیہ کی فتح کے لیے بھیجے گئے تھے ، خلیفہ اس مزار پر آکر نماز ادا کرتا ہے ، اور محمد فاتح کی تلوار کو اپنی کمر میں آویزاں کر لیتا ہے ،

وزیر اعظم ۔ کیا یہ خاندانی وراثت کی چیز ہے ؟

مولانا محمد علی ۔ اسی کی وضاحت سے خلیفہ کا مسئلہ واضح ہو جائیگا ، اسلام کو دین کی مدافعت کی خاطر دنیاوی قوت کی ضرورت ہوتی ہے ، اگر پرہیزگاری اور طاقت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی تو مسلمانوں کا یہ عمل ہوتا ہے کہ وہ کسی زیادہ طاقتور شخص کو قبول کر لیں ، اگر وہ بہت زیادہ پرہیزگار نہیں ہے لیکن اپنی طاقت کو مسلمانوں کی پرہیزگاری کے معیار کے ماتحت رکھتا ہے ، تو وہ قابل قبول ہو سکتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں کو خلیفہ کی حیثیت سے تسلیم کرتے رہے ، اور ترکوں کے سلاطین کو بھی اسی لحاظ خلیفہ مانتے رہے ، ان کو اس لیے تسلیم کر لیا گیا کہ ان کی وجہ سے ایک زبردست طاقت دین کی حمایت کے لیے حاصل ہوتی رہی ، اگر ترک عام مسلمانوں کے ساتھ اس پر رضامند ہو جائیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی ادنیٰ شخص خلیفہ تسلیم کر لیا جائے تو وہ خلیفہ

ائے راشدین کے زمانہ میں کوئی بھی خلیفہ بن سکتا تھا، اگر اسی اصول کو عمل
ز تمام مسلمان بے حد خوش ہوں گے، لیکن ہم کو انسانی فطرت کی بھی کچھ
یں گی، ۱۵۱۷ء میں ترکی کے سلاطین اپنے اقتدار سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتے تھے،
ے ملوک حکمراں نہیں ہوتے،

پنی تجویزوں کا خلاصہ بیان کرنا چاہتے ہیں، خلیفہ مقدس مقامات کا نگراں رہے،
سی کا اقتدار اعلیٰ ہو، آپ نے جناب عالی جو وعدے کیے تھے، انکا ایفا ہو،
ہ امریکہ کے صدر کی اس بارہویں دفعہ کی تکمیل ہو، جو صلح کے شرائط میں داخل ہے،
یں تو خلیفہ کو ایسی دنیاوی طاقت حاصل رہے گی جو خلافت کے لیے ضروری ہے،
ہے، جو جنگ سے پہلے کردی گئی تھی، ہندوستانی مسلمان مصالحت کے لیے
ید انتقامی نہ ہونا چاہیے، بلکہ مصالحانہ ہو، اگر ترک واقعی قابل الزام ہیں، تو
سرے لوگوں سے زیادہ اس کا خیال ہے کہ مستقبل میں ان پر ماضی کے ایسے الزامات
ے صحیح اور منصفانہ سمجھوتہ نہ کیا گیا تو ہندوستانی مسلمان دنیا میں امن قائم، ترکی
، ترکوں اور برطانیہ اور اسکے اتحادیوں میں میل ملاپ کرانے میں زیادہ موثر اور
حکومت میں انکی مسلمان رعایا ایک موثر قوت ہیں، انکو موثر طریقہ سے استعال
ماضی میں اس ضرورت کو محسوس نہیں کیا گیا، ہیں ہندوستان کے جذبات کی وضاحت
ے ساتھی مسٹر سید حسین اس کو واضح اور میری معروضات میں اور کچھ اضافہ کرینگے۔
کیا اضافہ کرینگے، آپنے یقیناً تمام مسئلہ کو پورے طور پر پیش کردیا ہے۔
۔ ان کو اجازت دی جائے کہ ہندوستان کے اندر اس وقت جو
وہ بیان کریں۔

(باقی)

مرکزی سیاست اور قانون شخصی

از جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پیرس

مشہور فاضل و محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے پرسنل لا پر مفید مضمون بھیجا ہے، آجکل ہندوستان میں پرسنل لا کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے، اس مضمون سے اس کے تاریخی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ "م"

قانون شخصی یعنی نکاح، طلاق، وراثت اور ان کے مماثل امور کے قواعد و احکام ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں عام طور پر ہر مذہب بلکہ ہر فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے، اسکے مختلف پہلو ہیں، مرکزی اور اساسی، سیاست میں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس مختصر نوٹ میں صرف چند پر توجہ منعطف کرائی جائے گی۔

اس کا فلسفہ | یہ تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ خلافت راشدہ میں مسلمان سیلاب کی رفتار سے دنیا میں پھیل گئے، ۲۶ھ میں یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف پندرہ سال بعد حضرت عثمانؓ ہی کے زمانہ میں دار الخلافہ کا رقبہ مدینہ سے ایک طرف اندلس (اسپین) تک، اور دوسری طرف ماوراء النہر میں چینی ترکستان تک وسیع ہو گیا، اس وقت رعایا کی بہت بڑی اکثریت غیر مسلم تھی، اور ان لوگوں کی تھی جو کل تک حکمراں تھے، اور "راتوں رات" محکوم بن گئے تھے، لیکن اپنے ماضی کو بھولے نہ تھے، حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں جانشینی کے مسئلے پر خانہ جنگی شروع ہوئی جو عبد اللہ بن زبیرؓ کی شکست اور عبد الملک بن مروان کی کامیابی تک عملاً بیس۲۰ سال جاری رہی، تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ ہے کہ اس خلفشار کے زمانے میں بھی کسی جگہ غیر مسلم رعایا نے بغاوت نہ کی، حتی کہ جب قیصر روم نے اپنی سابق رعایا کو جو ابھی تک عیسائی تھی، ترغیب دلائی اور فوجی مدد کا وعدہ کیا، اس نے

لمانوں) کی ماتحتی کو ترجیح دیتے رہے، اور اپنے ہم مذہب بزنطینیوں
پسند نہ کیا۔

بتاتی ہے کہ اسلام سے کچھ پہلے بزنطینی حکومت میں عیسائیوں کے
گئے تھے، کچھ پادری کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کامل خدا ہیں، کچھ کہتے
قت دو طبیعتیں ہیں اور وہ نیم خدا اور نیم انسان ہیں، ایک تیسرے
کہ ان میں طبیعتیں دو تھیں، لیکن مشیت صرف ایک تھی، شہنشاہ
مائل ہوا، اور ساری رعیت سے اس کو قبول کرانا چاہا، اس
تل وخون سے بھی دریغ نہ کیا،

کا ظہور ہوا، اور پیغمبر اسلام روحنا فداہ نے شہنشاہ ہرقل اور
اسلام کی دعوت دی، ایک صوبہ دار مسلمان ہو گیا لیکن دوسرے
ہتک سمجھ کر سفیر ہی کو قتل کر ڈالا، ہرقل نے نومسلم صوبہ دار کو پھانسی
کو نہ صرف کوئی سزا نہیں دی بلکہ رعایا کو ضمیر کی آزادی دینے سے

ڑگئی، ہالینڈی مستشرق دخویے (De Goeje) اپنی
ت" صفحہ (۱۰۴ تا ۱۰۶) میں لکھتا ہے کہ "اس وقت یہ حیرت انگیز
کے عیسائیوں نے مسلمانوں کا حملہ آوروں کی طرح نہیں بلکہ
استقبال کیا، اور یہ بے وجہ نہ تھا، کیونکہ مسلمان فاتحوں نے
کے مطابق مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے جس نرمی کا سلوک
کے ذلیل ظلم کے بالکل برعکس تھا، ہرقل نے اس عیسائی رعایا
نے سے انکار کیا تھا، ناک اور کان کاٹے اور ان کے مکان ڈھائے،

اس کے برخلاف عرب اپنے مفتوحوں کے ساتھ صلح جویانہ برتاؤ کرتے رہے، اور اپنے وعدوں کی شدت سے پابندی کی، اس زمانے کے ایک نسطوری پادری کا خط اب تک محفوظ ہے، وہ لکھتا ہے کہ "ہمارے نئے آقا عرب ہمارے عیسائی مذہب سے ذرا بھی نہیں جھگڑتے، اسکے برعکس ہمارے دین کی حفاظت اور ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں، اور ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کو عطیے دیتے ہیں"۔

مسلمانوں نے قرآنی احکام کی تعمیل میں مفتوحہ علاقوں میں اپنا قانون جاری نہیں کیا، بلکہ ہر طبقے کو قانونی اور عدالتی آزادی دیدی، مسلمانوں کے لیے اسلامی قانون اور غیر مسلموں کے لیے ان کے اپنے قانون پر عمل رہا، حتی کہ حاکم عدالت بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے اگر فریقین مقدمہ نسطوری فرقے کے عیسائی ہوتے تو قانون بھی نسطوری اور عدالت بھی نسطوری اور حاکم عدالت بھی نسطوری ہوتا تھا، جو نسطوری قانون کے مطابق فیصلہ کرتا تھا، اور ہر فرقے کے مذہبی پیشواؤں کو اجازت تھی کہ وہ اپنا حاکم عدالت خود مقرر کیا کریں،

مسلمان حکومتیں ہزار سال سے زیادہ تک اس پر عمل کرتی رہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم رعایا نے نہ کبھی مذہبی اساس پر بغاوت کی اور نہ اپنے ہم مذہب بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی،

یہ طریقہ مدینہ، دمشق، بغداد اور قسطنطنیہ ہی میں نہیں، بلکہ دہلی اور حیدرآباد میں بھی تھا، کیا ہندو بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہزار سالہ دور حکومت میں حکومت نے کبھی ہندوؤں پر ان کے شخصی مسائل میں اپنا قانون جاری کیا ہو؟ نکاح، طلاق، وراثت، عقد بیوگان اور اس کے مماثل دوسرے معاملات میں ہمالیہ سے لیکر لنکا تک ہر فرقہ اور ہر مذہب اپنے قانون پر عمل کرتا رہا۔

ں کے بل پر ساری رعایا کو ایک ہی قانون پر عامل بنانا چاہتی ہے آ
اہ ہرقل کا انجام چاہتی ہے یا خلیفہ ابوبکرؓ کا، یہ ہے اس مسئلے کا فلسفیانہ رخ۔
بعض وقت وہم ہو جاتا ہے اور وہ نامعلوم چیزوں کے متعلق قسم قسم
اسلام میں طلاق کی آزادی ہے، انجیل میں طلاق کو حرام قرار
ربے کے بعد مجبور ہو کر یورپ اور امریکہ دونوں میں کستوری قانون
دیدی، اور آج طلاقوں کا تناسب یورپ و امریکہ میں اسلامی ممالک
نکہ عدالتی طلاق گراں بھی ہے، طویل وقت بھی لگتا ہے، اور قسم قسم کی
ا ہے، اور چونکہ فرنگستان میں زنا بالرضا جائز ہے، اس لیے بغیر طلاق
ی شدہ مرد داشتاؤں کے ساتھ، اور شادی شدہ عورتیں اپنے
زوں رہنے لگی ہیں،
کی صرف ایک صورت ہے، یعنی تفریق عدالتی، اسلام میں پانچ صورتیں ہیں،
مرضی پر،
مرضی پر (عقد نکاح میں تفویض طلاق کے ذریعے سے)
ی سے (خلع کے ذریعہ سے)
کے فیصلے پر،
(یعنی حاکم عدالت)
سے مخصوص ہے، طلاق میں ایک موثر مانع ہے، اور طلاق سے پہلے
ہے، قرآن وحدیث میں طلاق کی شدید مذمت اور بیوی کے ساتھ
د فرنگی اور جمہوری دونوں زمانوں میں اس لیے کھلا گیا ہے کہ

مذہبی تعلیم کو مدارس سے خارج رکھا گیا، اس میں قصور مسلمانوں کا نہیں، اگر کسی درخت کے پتے مرجھائے ہوئے نظر آئیں تو ان کو توڑنے کے بجائے جڑ کو دیکھنا چاہیے کہ اس میں کونسا کیڑا لگ گیا ہے۔

مورخ لکھتے ہیں کہ مغلیہ دور کے اختتام پر جب انگریزوں نے مردم شماری کرائی تو مسلمانوں میں تعدد ازدواج کی تعداد دو فی ہزار تھی، اقوام متحدہ کی رپورٹ ہے کہ وحدت ازدواج پر عامل یورپ میں اب پچھتر فی صد بچے نکاح کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمان ممالک میں مصر سب سے زیادہ "ترقی یافتہ" ہے، وہاں ایسے بچے صرف ایک فیصد ہیں، تعدد ازدواج کا کبھی یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ بہ کثرت مسلمان اس پر عامل ہوں، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ تعدد ازدواج سے نہیں بلکہ تبلیغ سے ہوا ہے، تبلیغ میں اس دین کو زیادہ کامیابی ہوتی ہے جو معقول اور انسانیت کے لیے مفید ہو، روپے پیسے سے مصیبت زدوں کا ایمان خریدا جا سکتا ہے لیکن نہ وہ راسخ ہوتا ہے اور نہ دیرپا۔

اسلامی ملکوں میں یتیم پوتے کو اسکے چچا کی موجودگی میں دادا خود ہی ہبہ میں وصیت کے ذریعہ بہت کچھ دیتا ہے، قانون کے ذریعہ اسکو دادا کی وراثت میں لازمی حصہ دلانے میں قباحت یہ ہے کہ یہ مسائل عقائد کا جزء ہیں، اور اسلام میں کوئی انسانی طاقت خدائی احکام کو بدلنے کی مجاز نہیں، جو حکومت اس میں دخل دینا چاہے تو اسے ہرقل کا انجام پیش نظر رکھنا چاہیے، اسلام میں ہر شخص کو آزادی ہے کہ اسکے فرقوں میں جس فرقے سے چاہے تعلق رکھے، سنّی چاہے تو شیعہ بنجائے، شیعہ چاہے تو سنّی بنجائے، اسے کوئی نہیں روک سکتا، لیکن اگر کوئی مسلمان حکومت سنیوں پر شیعہ قانون اور شیعوں پر سنّی قانون نافذ کرے تو اس سے رعایا کی دلشکنی اور حکومت سے نفرت پیدا ہوگی، آج پاکستان سے زیادہ ہندوستان میں مسلمان اپنے دین پر راسخ ہیں، مصر اور الجزائر سے زیادہ روس کے مسلمان اپنے دین پر جمے ہوئے ہیں، اور پچاس سالہ دباؤ نے انکو مذہب سے پھیرنے کے بجائے اس پر اور مستحکم کر دیا ہے۔

اسلام اور عرب سوشلزم

رجمہ محمد نعیم ندوی صدیقی ایم اے رفیق دارالمصنفین

اسلام اور قوم پرستی کے ملے جلے جذبات نے ترقی پسند سوشلسٹ تحریک
ت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ان ملکوں میں سوشلسٹ تحریک کے بڑھنے کی
ر اسلام اس حد سے اس کو آگے نہیں جانے دیتا، بلاشبہ عرب قوم پرستی
ت ہے، دنیائے عرب سے باہر عام طور پر لوگ ان دونوں چیزوں میں
سوس کرتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں عرب قومیت ایک مخصوص لسانی
ہے، اور مذہب سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ
پر مبنی ایک اچھے طرز زندگی کا نام ہے، اس خیال کی تائید اس بات
قومیت پرستی کے بہت سے علمبردار خود یہ کہتے ہیں کہ ان کی نیشنلزم کی
لیکن یہ تفریق عملاً عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتی، دنیائے عرب میں
م سیاسی طاقت کا نام ہے، اور اس کا مذہب سے کوئی ٹکراؤ نہیں، عوام
ذہنوں میں بھی ملت اسلامیہ اور ملت عربیہ میں کوئی واضح فرق نہیں ہے،
پر ایک دوسرے کے ہمیشہ ممد و معاون رہے ہیں، اور عرب ممالک میں
نئے معنی کا جامہ پہن لیا ہے، جس کا مطلب ہے مسلم اتحاد و مسلمانوں کا
کردار،

لیکن ان ملکوں میں اسلام اور نیشنلزم کے درمیان تضاد و تصادم اس وقت پیدا ہوتا ہے جب نیشنلسٹ لیڈر سماجی زندگی اور سیاسی اصولوں کے جدید نظریات کو اپناتے ہیں، یہاں سے اسلام اور نیشنلزم کا ٹکراؤ شروع ہوتا ہے، کیونکہ ان دونوں کے اخلاقی اصول متضاد ہیں، اسلام اطاعت چاہتا ہے اور سوشلزم بغاوت۔ بعض دانشوروں کا دعویٰ ہے کہ اسلام اور سوشلزم ایک دوسرے کے حلیف ہیں نہ کہ حریف۔ انھوں نے بڑی ہشیاری سے اس مسئلہ پر اظہار رائے سے احتراز کیا ہے کہ سوشلسٹ تحریک کی پشت پر اصل طاقت کونسی ہے، اسلام یا سوشلزم۔ حقیقتاً تو یہ سیکولر تحریک ہے، لیکن کھلم کھلا کوئی بھی اس کا اعتراف کرنا نہیں چاہتا، اس لیے سوشلسٹ تحریک کے پروگرام کو نفسیاتی اور نظریاتی تصادم سے بچانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اسے ایک مخصوص حد سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے، سوشلزم کو عرب جذبات نے اتنا فائدہ پہنچایا ہے جتنا سیکولر نظریات کو نہیں پہنچ سکا ہے، سیکولرزم کا مطلب ہے سماج کے تمام طبقوں سے ایسی مساوات برتنا جو ترقی پسندی پر مبنی ہو، انتخابات میں حصہ لینے کی پوری آزادی حاصل ہو، اور ہر فرقہ اپنے اور دوسرے کے مذہبی و اخلاقی اصولوں کا احترام کرتا ہو، لیکن بیشتر عرب ممالک چونکہ معاشی طور پر پسماندہ اور طبقاتی نابرابری کا شکار رہیں، اس لیے وہاں اس طرح کے سیکولر نظریات کو زیادہ فروغ حاصل نہ ہو سکا، سیاسی طور پر جو لوگ بیدار مغز ہیں، وہ بھی ان نظریات کو زیادہ پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے، یہ لوگ سماجی فلاح کے لیے جن چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں وہ ہے معاشرہ کا اتحاد، باہمی وقار اور اخلاقی قدریں، کچھ عرصہ تک تو سیکولر نظریات ان ممالک میں بہت مقبول رہے، کیونکہ ان میں سے بیشتر ملک یورپ کے زیر تسلط تھے، لیکن اس زمانے میں بھی یہ نظریات ایک خاص حد سے آگے مقبول عوام نہ ہو سکے۔

صول مندرجۂ بالا نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، ان سے
نوں کے جذبات کو تسکین ملتی ہے، مثلاً سوشلسٹ تحریک ترقی، سماجی
شرتی اقدار اور قومی وقار کی ضامن ہے، جو قوم پرستوں کے نظریات
طبقہ کے لیے موجودہ دور کی زندگی میں صراط مستقیم کا تعین کرتی ہے،
لیڈروں کی ضرورت ہے، جنھیں عوام کی پوری حمایت حاصل ہو،
موں کا بیڑا اٹھایا ہے، اور اس میں ایسے استقلال وثبات قدمی
ٹ طبقہ تک اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتا اور اسکی تائید
ن لوگوں نے اپنے دینی ومذہبی اصولوں کو بھی فراموش نہیں کیا،
ں ہے جو جہاد کی راہ کہی جاسکتی ہے، لیکن اخلاقی اصول، صراط مستقیم
صطلاحات کا اسلام میں وہ مفہوم نہیں ہے، جو ترقی پسند
لزم میں ہے، جب تک ان اصطلاحات کا مطلب غیر واضح
ں جذبات ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہیں گے کسی خطرناک
ں کم ہیں،

وقت پیدا ہوتی ہے جب سوشلزم پر عمل درآمد کا مسئلہ آتا ہے،
ت کے علاوہ سوشلزم کا مدار دوسری بنیادوں پر ہے، سوشلزم
شی مسائل سب سے زیادہ توجہ طلب ہوتے ہیں، اور روایتی
ا حل پیش نہیں کرپایا، ملک کے رسم ورواج، اخلاقی اقدار
رجہ بالا مسائل حل نہیں کرپاتے، یہ ایک حقیقت ہو کہ نہ اخلاقی
و معاشی مسائل کی اہمیت کا اندازہ ہو پاتا ہے، نہ ان مسائل

کو حل کرنے میں تو کوئی واضح مقصد سامنے ہوتا ہے اور نہ حصول مقصد کے متعین وسیلے ہوتے
ہیں، یہ تمام خصوصیات صرف سوشلزم میں پائی جاتی ہے، عقائد اور رسم ورواج
سوشلزم کی طرف نہ صرف بڑھنے نہیں دیتے، بلکہ پہلے ہی سے اس کے عبرتناک انجام کا
نقشہ پیش کرنے لگتے ہیں، معاشی مسائل حل کرنے کے لیے سوشلزم مادہ پرستوں اور
ماہرین منصوبہ بندی سے مدد لیتا ہے، لیکن معاشیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک کا
کوئی بھی مسئلہ صرف معاشی نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ایک سماجی اور سیاسی پہلو بھی ہوتا
ہے، اس لیے اس کے حل کے لیے ایک وسیع اور دائمی نظریاتی اصول کی ضرورت
ہوتی ہے، مثلاً عرب کی سوشلسٹ حکومتوں یعنی مصر اور شام میں اس اصولی نظریے
کا کام کمیونزم سے لیا جارہا ہے، جو ایک دائمی اصول بھی ہے اور سائنٹفک بھی
ہے، اور جس کا بعض ملکوں میں کامیاب تجربہ بھی کیا جاچکا ہے،

عرب ممالک کے سوشلسٹ بھی ان اصولوں کی آفاقیت پر غور کررہے ہیں،
اس بارہ میں عرب جذبات اسلامی رنگ سے مل کر سوشلزم کو ایک حد تک اسی راہ
پر لے جاتے ہیں، جو مارکس اور لینن کے نظریاتی اصولوں کے متوازی ہے، لیکن چونکہ
اسلام اور کمیونزم کے سرچشمے علٰحدہ علٰحدہ ہیں، اس لیے ان دونوں کی راہیں بھی
جداگانہ ہیں، اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ عرب سوشلزم ایک آفاقی اور سیکولر اصول
ہے تو پھر اسے صرف عرب کا سوشلزم نہیں کہا جاسکتا، اور نہ وہ سوشلزم اسلامی
ہوسکتا ہے، پھر اگر اس اصول کے آفاقی تسلیم کرلینے سے اسلام کی آفاقیت پر حرف
نہ آتا تو کوئی بات نہ تھی، لیکن اس اصول کو ماننے کے بعد اسلام محض ایک اخلاقی
اصول ہوکر رہ جائے گا، حالانکہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ کہا جاسکتا ہو کہ

اسلام کا ہمیشہ یہی حشر ہوا ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے، دنیا کی ہر
قوم پرستی بھی کسی آفاقی اصول پر مبنی نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے
ام ہی کی پیداوار ہے،
ہ یہ درپیش ہے کہ عرب سوشلزم کی صحیح نوعیت کیا ہوگی؟ اس
ہ نمایاں ہوگا یا سوشلسٹ نظریات؟ بالفاظ دیگر یہ کہا
شلزم عربوں کے قومی اور تاریخی کردار کا حامل کوئی جدید
گا، ایسی صورت میں اس پر اسلام کا رنگ غالب رہیگا
بھی اسی طرز کا ہوگا جیسا کہ دوسرے ملکوں میں ہے، اور جسکا
ال کو روکنا ہے، اول الذکر کے پیرو کہتے ہیں کہ ہمارا سوشلزم
وہ اس غیر ملکی نظریے کو اپنے ملک میں لانے سے احتراز کرتے ہیں،
نے والے اسی کے منکر ہیں کہ سوشلزم یا کمیونزم کوئی غیر ملکی
عرب سوشلزم کی اصطلاح کو ہی ناپسند کرتے ہیں، مصر کے
وم صدر ناصر خود عرب سوشلزم کا لفظ استعمال نہیں کرتے
کی اصطلاح تھی "عرب ملکوں میں چلنے والی سوشلزم کی تحریک
زم اور اسلام کے درمیان فرق زیر بحث ہے، لیکن شام کی
کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، حالانکہ کمیونزم کے کچھ اصول
ہیں کہ وہ عرب اور اسلامی تہذیب کی بنیادی باتوں پر
عرب سوشلزم کمیونزم کی مادہ پرستی اور طبقاتی خونریزی
، اور نجی ملکیت اور تجارت کے حق کو بھی تسلیم کرتا ہے لیکن کیا

اس قسم کے عرب سوشلسٹ اصول اسے کمیونزم سے الگ کرتے ہیں یا در اصل اسے کمیونزم ہی کی طرف لے جاتے ہیں، عرب ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب کی راہ میں بڑی رکاوٹ مذہب ہے، وہاں کے بہت سے متشدد سوشلزم کے ساتھ "عرب" لگانا بھی پسند نہیں کرتے، وہ اپنی نجی زندگی میں دھریے یا مذہب کے مخالف ہیں، اور اگر انھیں موقع ملے تو وہ دہریت کا پروپیگنڈا کرنا بھی شروع کر دیں، ورنہ کم از کم دینی افکار و نظریات پر نکتہ چینی تو ضرور ہی کریں، مگر کسی اصلاح کی نیت سے نہیں، خوش قسمتی سے اب تک ان لوگوں کو دہریت کی تبلیغ کا موقع نہیں مل سکا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ان عرب ممالک میں بھی جہاں سوشلزم تحریک قدم جما چکی ہے، ارباب اقتدار عوام کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ ان کی ہر پالیسی اور اقدام شریعت کے عین مطابق ہے، یہ حکمراں ڈرتے ہیں کہ اگر عوام کو یہ اندازہ ہوگیا کہ سوشلسٹ انقلاب اور دہریت میں کوئی ربط ہے تو وہ سوشلسٹ اقدامات کی پرزور مخالفت کریں گے، اسی لیے ۱۹۶۵ء میں مرحوم جمال عبد الناصر نے مصر کے کمیونسٹوں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ عوام میں لادینی افکار کی تبلیغ سے باز رہیں، حالانکہ یہ تنبیہ قطعی مصنوعی تھی، کیونکہ ایسے کمیونسٹوں کو خود ناصر نے قید سے رہا کر کے ممتاز عہدوں پر فائز کیا تھا،

معاشرہ کو مستحکم بنانے کے لیے مذہب میں کچھ ایسے رسم و رواج ہوتے ہیں، جنکا سیاست سے براہ راست تصادم ہوتا ہے، مثلاً اگر سوسائٹی میں معاشی عدم مساوات ہوگی تو طبقاتی ٹکراؤ ناگزیر ہے، اس لیے اس نابرابری کو مذہب بھی دور کرنا چاہتا ہے مگر اس کے لیے اس نے قانونی انصاف اور سماجی اتحاد کی راہ بتائی ہے، طبقاتی کشمکش سے سوسائٹی کا شیرازہ منتشر ہوتا ہے، اس لیے مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا، یہی

بارے میں ناصر نواز اور بعث پارٹی کے ماننے والوں کے
ی باقی ہے، اور وہ اس بات کا کوئی واضح تصور نہیں رکھتے
ہیں اس کا ڈھانچہ طبقاتی کشمکش کو اہمیت دے گا یا نہیں،
موجود ضرور ہے مگر اس کو عدم تشدد کے ذریعہ حل کرنا چاہیے،
ہیں کرتے کہ اگر عدم تشدد سے یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے تو پھر کیا کیا جائے
ہاں دبا ہوا ہے، مگر کسی وقت بھی ابھر سکتا ہے۔

عبد الناصر عرب ممالک کے قدامت پسند حکمرانوں سے کبھی
کبھی مخالفت کے بعد پھر مصالحت کر لیتے تھے، اس سے اس
زہ ہو جاتا ہے کہ صدر ناصر عمر بھر یہ طے نہیں کر سکے کہ مسلم
مسلمان بھائی ہیں یا طبقاتی دشمن، یہ ظاہر ہے کہ مذہبی جذبہ
سی ایک کے موافق فیصلہ صادر کریگا، بعث پارٹی کے کچھ
ں بہ نسبت ایک قطعی فیصلہ کر چکے ہیں، مثلاً ڈاکٹر نور الدین
کا اعلان کیا تھا کہ

نفرسوں اور عرب اتحاد کے معاہدوں کی مذمت کرتا ہے
کانفرنسیں جاری رہیں تو مسئلہ فلسطین کے حل کا امکان ہمیشہ
س طرح چوٹی کانفرنسیں ان حکمرانوں کو تقویت پہنچاتی
تے ہیں۔"

اسلامی اور سیکولر نظریات میں ٹکراؤ کا ایک سبب وہاں
ہی ہے، یہ حکمران نظام حکومت کو قدیم طرز کے مطابق

چلانے کے عادی رہے ہیں، اور ان کی زیادہ تر توجہ اپنے ذاتی تحفظ اور پرشوکت زندگی پر رہی ہے، اس سے ان لوگوں کو سخت مایوسی ہوتی ہے، جو حکومت کی مشنری کو انقلاب کا آلہ بنانا چاہتے ہیں، اس وقت اسلام ایک اصول اور طرز زندگی کے بجائے ایک خاص ذہنیت کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے، عرب سوشلسٹ اس بات پر کتنا ہی زور دیں کہ اسلام میں انقلابی قوتوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہبی جذبات و روایات ہمیشہ قدامت پرستی کی طرف لے جاتے ہیں، اور یہ چیز مارکس اور لینن کے اصولوں، نئے سائنٹفک تجربات اور عرب سوشلسٹوں کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، حاکمانہ ذہنیت اسلام کی پیدا کردہ نہیں ہے، دراصل آج کی عرب حکومتوں کے مسائل بڑی حد تک ویسے ہی ہیں، جیسے قدیم اسلامی سلطنتوں کے سامنے تھے، جب بازنطینی اور ساسانی حکومتیں مسلمانوں کے زیر تسلط آئیں تو ان کے طرز حکومت میں تبدیلی لانا مسلم حکمرانوں کے لیے ایک اہم مسئلہ تھا، آج کے عربوں کے پاس اسلامی نظام حکومت کا ورثہ موجود ہے، اسلام میں اہم سماجی مسائل کے حل کے لیے گذشتہ روایات پر ہمیشہ زور دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی نیا طریقۂ کار اپنایا جاتا ہے تو اس طریقہ کے بانیوں کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ ان کا طریقہ پرانے روایتی طریقوں سے بہتر ہے، اور اسکا اسلامی اخلاق سے ٹکراؤ نہیں ہوگا، مصلحین کی بہت سی نسلیں اصلاح کی کوششیں کر کے تھک چکی ہیں، لیکن مندرجہ بالا ثبوت کے بغیر عوام نے ان کی باتوں کو ہمیشہ رد کر دیا ہے، اور ان کے ذہنوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکی، ایسی صورت میں نظریۂ حکومت کو بدلنا تو اور بھی مشکل کام ہے،

ولانا شاہ غلام مرتضیٰ جنونؔ

اور

انؔ کی تفسیرِ مرتضوی منظوم اُردو

جناب قاضی سید عبدالرؤف صاحب۔ اورنگ آبادی

رتضیٰ نسباً علوی اور وطناً بہاری ہیں، سنہ پیدائش اور وفات

زالدین بلخی راز مولف تاریخ شعرائے بہار لکھتے ہیں کہ ۱۱۵۰ھ

۱۲۰۰ھ کے بعد وفات پائی، جائے پیدائش اور جائے وفات بھی

شاعر سوداؔ کے ہم عصر تھے۔ سوداؔ نے ان کے ایک مصرع پہ

داکی ہو زنجیر پا قید سے تیرے نہیں ہونے کو اب آزاد ہم

مولانا شاہ تیمور سہسرامی الہ آبادی ہیں، اور مولانا شاہ محمد برکت

رینہ غالب ہے کہ شاعری کے ساتھ علوم و فنون میں بھی ان سے

یں کہ صاحبِ دیوان تھے، مگر دیوان نایاب ہے، تفسیر منظوم

رتضوی کے نام سے دستیاب ہوئی ہیں، پہلی جلد مختلف سورتوں

ہے، مخطوطہ کا سنہ کتابت ۱۲۶۴ھ اور کاتب کا نام سید امجد حسن حسنی

ساکن مولانگر، بھاگلپور (بہار ہے)، یہ مخطوطہ مولانا شاہ مرتضیٰ حسن بلخی رحمۃ اللہ علیہ سابق سجادہ نشین خانقاہ فتوحہ پٹنہ کے کتب خانہ میں ہے۔ دوسری جلد تیسویں پارہ کے کل سورتوں پر مشتمل اور مطبوعہ ہے، جو راقم کے پیش نظر ہے، اور مولانا ممدوح کے تبحر علم و فن، عقل و نقل، تقدس و تصوف کی جامعیت کی بڑی سند ہے، الفاظ کی تحقیق، لغات کا حل، قرأت قرآن کا اختلاف، روایات اور راویوں سے استناد و استشہاد، اولیا و صلحاء کے روحانی نکات متداول اور غیر متداول تفاسیر کے حوالے مفسر کے وسعت علم کے شاہد ہیں،

پیش نظر تفسیر میں شیخ اکبر یا شیخ الاسلام کشاف، تفسیر ابن عباس، معالم زاہدی لباب کلبی اور دیگر مستند تفاسیر کے حوالے ہیں، تفسیر مذکور میں ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے، اور آل عبا و ائمہ کا ذکر والہانہ انداز میں کیا ہے، تو دوسری طرف حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح و منقبت ہے۔ اس کے علاوہ خاتم الانبیاءؐ کے ختم نبوت، شفاعت کبریٰ کا ذکر جمیل بھی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مسلک اہل سنت والجماعت ہی تھا، مگر اہل بیت رسول کی محبت میں غلو تھا، تفسیر کے اختتام پر خاتمۂ کتاب کے زیر عنوان ۳۵ اشعار کی ایک نظم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر منظوم اردو دو جلدوں میں ہے، اور اخلاف میں صرف ایک صاحبزادہ غلام حسین نامی تھے، یہ تفسیر اس دور میں تالیف ہوئی ہے، جب نظم اردو میں کوئی تفسیر عالم وجود میں نہیں آئی تھی، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ تفسیر منظوم اردو کی اولیت کا فخر اسی کو حاصل ہے،

ل سورتوں کا شان نزول کلمات وحروف نیز آیات ورکوع
ہے، صرفی قواعد، نحوی تراکیب، تحقیق الفاظ، حل لغات اور
جا بجا بیان کیا ہے، اور اس کے حوالے بھی دیے ہیں، سورتوں
کے خواص وادعیۂ ماثورہ بھی تحریر کیے ہیں،
کے صفحۂ اول کی عبارتیں درج ذیل ہیں :۔

یعنی پارہ عم کی تفسیر نظم ہندی تصنیف مولانا شاہ غلام
تخلص بہ جنونؔ ابن حضرت سید شاہ مولانا محمد تیمور الہ آبادی کو
الصمد نے تصحیح کے بعد حافظ محمد صدیق صاحب اور مولوی محمد وجیہ صاحب
بادر کے مطبع طبی میں مولوی عبدالماجد بن حکیم مولوی
م نے واسطے فائدہ خاص وعام کے روز جمعہ ۱۲۶۹ھ میں چھپوایا۔
لی حالات اگرچہ نہیں ملتے مگر مختصر ذکر مختلف تذکروں میں ہے،
ت الشعرا، قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں :۔

ت ذو فنون از خاندان عالی بہرۂ وافی از فقر و درویشی
ی مرزا رفیع سوداؔ موصوف کر در حق او می گوید

زا سودا کی ہو زنجیر پا　　　قید سے تیرے نہیں ہونے کو اب آزاد ہم

مذہب، پاکیزہ صورت نہایت خوش مذاق وقابل و در اکثر
ن ریختہ ترتیب دادہ و لبسیار معانی تلاش در و نمودہ فاما
قم الحروف بہم نرسیدہ اگرچہ از چند روز در ظاہر اغمے
اد شدہ است فاما این چند ابیات دال بر لطارت باطنی و

خوش فکری وخوش تلاشی اوست "

از وست

دشمنِ جاں ہو گئی آخر یہ بینائی مجھے　　جو بلا کیئے سو ان آنکھوں نے دکھلائی مجھے

گن کے قدم رکھے ہے یار اک، دو، سہ، چار، پنج، شش　　مر گئے ہم بھے غمگسار اک دو سہ چار پنج شش

ساقی تو اب اٹھائے آگے سے یہ گلابیاں　　شیشہ ہی طاق سے لا اک دو سہ چار پنج شش

پھر کوئی جام لیکے بیٹھ آکر میں ہوں سیاہ مست　　دے مجھے بھر کے ایک ہی بار اک دو سہ چار پانچ شش

پنجۂ تقدیر سے کیا بس چلے تدبیر کا　　اے جنوں ہوگا وہی جو ہے لکھا تقدیر کا

مرشد کامل ہے در دعشق ہر مذہب کے بیچ　　میں تو کافر ہوں اگر بندہ نہ ہوں اس پیر کا

کھینچیں شکل عاشق ومعشوق اب دیوار پر　　اب یہ نکلا ہے رواج اس شہر کی تعمیر کا

تب جنوںؔ کہنے لگا ہم تجھ سے فرمائش کریں　　اے تصور سیکھ لے یہ طور ہے تحریر کا

مجھ گریباں چاک کو تو اس کا دامن گیر کر　　اس طرح نقشہ اتارا اس نے مری تصویر کا

پہنچا کوئی کعبہ سے کوئی دیر سے پہنچا　　تھی جس پہ تری مہر وہی خیر سے پہنچا

جوں قبلہ نما اپنے جنوں گرد پھرا پھر　　واللہ مجھے کچھ نہ کسی غیر سے پہنچا

کب ماہ اس سمک میں ہم سنگ ہو تمہارا　　حقا کہ حسن یوسف پاسنگ ہے تمہارا

آنکھیں مری تمہارے یوں رنگ میں رنگی ہیں　　جو رنگ ہوں دکھاتا سو رنگ ہے تمہارا

لاکھوں ہی رنگ گل کے رنگ میں تمہارے دیکھے　　دیکھا نہ ہر کسو نے کیا رنگ ہے تمہارا

آنکھیں بھی چڑھ رہی ہیں منہ بھی اتر رہا ہے　　کچھ رنگ ان دنوں میں بے رنگ ہے تمہارا

اک بوسہ ان لبوں سے دیے جنوںؔ کو بھی　　اے غنچہ لب نہایت دل تنگ ہے تمہارا

تذکرۂ شورش و تذکرۂ عشق مطبوعہ ۱۹۵۹ء،

تذکرۂ شورش و تذکرۂ عشق کا نسخہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ لندن میں ہے اور
تذکرۂ عشق کا دوسرا نسخہ قاضی سید عبدالودود صاحب کی ملکیت میں ہے، صاحب تذکرۂ شورش

ن دیگر شاہ غلام مرتضیٰ الہ آبادی جنون تخلص ابن حضرت شاہ تیمور قدس سرہٗ
مولوی برکت الہ آبادی قدس سرہٗ کا ہے، فکر شعر فارسی گاہے ریختہ می فرمایند

ت

دیتا نہیں ہے جی کو جنوں شاہ کیا کرے … ا سے اے ملک الموت جائے تو

تذکرۂ عشق کا بیان ہے :-

ں تخلص الہ آبادی موسوم بہ شیخ غلام مرتضیٰ، خلف شاہ تیمور سہسرامی از شاگردان
مد برکت جوانے طالب علم مستعد است و رسائی طبع و جودت رائے انصاف
دیند از چندے بصارت چشمانش اغماض عین نمودہ آں بیچارہ از دید دنیائے
ں می ساخت ؟

نے ۱۱۹۰ھ میں وفات پائی، تذکرۂ عشق ۱۲۳۰ھ میں مرتب ہوا ہے،
ہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت جنون زندہ تھے،

اہیم مخطوطہ، مولفہ نواب علی ابراہیم خان خلیل میں ہے :
ص، شاہ غلام مرتضیٰ نام، شاگرد مولوی محمد برکت مقیم الہ آباد سہسرامی
ے، آخر ایام میں نابینا ہو گئے تھے،

رخاں بہادر نساخ سخن شعرا میں لکھتے ہیں :-
ص، شاہ غلام مرتضیٰ ساکن سہسرام شاد آباد شاگرد برکت

ست سے ساقیا یہ سیا دست جنوں ہوا
گرمے دو آتشہ طاق پہ جو دھری تھی یونہی دھری رہا

اب تفسیر مرتضوی کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔
سورۂ والشمس وضحٰہا کی آیت قد افلح من زکّٰہا وقد خاب من دسّٰہا کا
ترجمہ اور تفسیر ؎

بے گماں ناجی ہوا جس نے کیا … پاک نفس اپنے کو از شرک وریا
یا ہوا ناجی بحق وجسم خاک … نفس کو جس نے کیا توبہ سے پاک
اور کیا تعلیم اخلاقِ نکو … تا نہ ہو اوصاف بد کے زشت خو
بالیقیں وہ شخص بے بہرہ رہا … جس نے اپنے نفس کے تئیں گم کیا
لذتِ فسق و معاصی میں تمام … مست لایعقل رکھا ہر صبح و شام
یوں روایت ہے کہ حضرت مصطفٰے … جب یہ آیت پڑھتے پڑھتے یہ دعا
اللھم آت نفسی تقوٰہا وزکّٰہا … انت خیر من زکّٰہا انت ولیہا ومولٰہا
کہتے ہیں سارے محقق بے خلاف … تزکیہ سے نفس کے دل ہووے صاف

سورۂ کوّرت، آیت واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت ؎

اور جس دن دخترانِ خوش لقا … زندہ خاکِ گور میں جن کو کیا
پوچھے جاوینگے کہ ایسا کیا گناہ … تم ہی سے واں صادر ہوا ناسم دیگا؟
جس گنہ کے واسطے مارا تمھیں … جیتے ہی جی گور میں گاڑا تمھیں
تھی یہ عادت جاہلی قومِ عرب … لڑکی ان کے گھر میں پیدا ہوتی جب
خوفِ درویشی سے یا از ننگ و عار … زندہ در گور اس کو کرتے نابکار

حدیث قدسی " قال اللہ تعالیٰ انفاسک انبیائی کا ترجمہ ؎

حق نے فرمایا ہے کہ جی سے قبول … کہ تیرے انفاس ہیں میرے رسول

ندی اذ تنفّست بذکری فقد احییت انبیائی ؎

رے ذکر میں لیتا ہے دم   ان رسولوں کو جلاتا ہے ہم

و اذا تنفست بغیر ذکری فعلیک دیتی فاین دیتی ؎

م مارے ہے بے یادِ خدا   قتل تو کرتا ہے میرے انبیا

پر خوں بہائے انبیا   پس کہاں ہے پاس تیرے خوں بہا

ازعات غرقاً

من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھویٰ ؎

س کے دل میں ترس و بیم   ہے مجھے پیش خدا ہونا مقیم

ونا مجھے بہر حساب   اور خدا کو اپنے دینا ہے جواب

نفس کو باز از ہوا   یعنی حرص و آز سے مانع ہوا

ت بے گماں جائے پناہ   ہے وہ جائے عشرت و آرامگاہ

ہے وہ خیرہ سر   نفس جس کا ہے امام و راہ بر

یں وہ مرد خدا   کہ رکھیں ہیں نفس کو باز از ہوا

مرد ماں ذی عقول   دیکھ لے لکھتا ہے یوں اہلِ فضول

ت ہے اسکے شان میں   کہ خلاف نفس ہو اس آن میں

ی درجائے پناہ   پاس ہو محبوب رشکِ مہر و ماہ

ت خدا سے اپنے باز   جنتی بے شک ہے وہ اہل نیاز

و از خوف خدا   اپنے تئیں اس جرم سے رکھے بچا

م نفس اس کی کنیز   دل وزیر شاہ ہے اے باتمیز

جان ہوا جب نفس امّارہ کا رام   شہ ہوا تب لونڈی کا غلام

مت کہا کر نفس کا اے باتمیز   مصر دل میں نہ ہوگا جیوں یوسف عزیز

دل میں رکھ یک صاحبِ دل کا کلام   دل سے سن تیرے بہت آئیگا کام

کہتے ہیں بالغ اسے مردانِ خاص   کہ ہوائے نفس سے پائے خلاص

نہ ہے بالغ جو ہے پابند ہوا   گرچہ ہو جوں چرخ پیری سے دوتا

مت تعجب کر کہ با نفس ردی   جمع ہو ریش سفید و امردی

یہ سنا تو نے حکیموں کا مقال   کہ بزرگی ہے بعقل و نہ بسال

مرد بوڑھا ہو حرص سے ہے جوان   پیر نابالغ ہیں اکثر مرد ماں

دیکھا ہوگا حال اس تجار کا   شیخ سعدی نے گلستاں میں لکھا

آں شنیدستی کہ در قتے تاجرے   در بیابانے بیفتاد از خرے

گفت چشم تنگ دنیا دار را   یا قناعت پر کند یا خاکِ گور

خلق اطفال اند جز مست خدا   نیست بالغ جز رمیدہ از ہوا

اہل دل نے یہ حدیث مصطفےٰ   سن کے اس کو صحیفۂ دل پر لکھا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس العبد عبد الھویٰ یضلہ

بد ہے بندوں میں وہ بندہ نفس کا   جس کو حرص و آز نے گمراہ کیا

کوئی عمل اے سالک راہ خدا   نہیں تجھے انفع بجز ترک ہوا

سورۂ والنازعٰت غرقاً

فنادیٰ فقال انا ربکم الاعلیٰ ؎

پس بلایا پس کہا یہ آشکار   میں تمہارا ہوں بڑا پروردگار

...توں کو روز و شب — ربّ اعلیٰ میں ہوں اور ادنیٰ ہیں سب

...طائف میں لکھا — یہ سخن ابلیس نے جس دم سنا

...لگا وہ راہزن — کہ میں سن سکتا نہیں ہوں یہ سخن

...دکھا کر پیچ و تاب — کہ مجھے نہ اس سخن سننے کی تاب

...ہاں میں نے کہا — اتنے پر تو اس طرح راندہ گیا

...ں جو وہ آشکار — دیکھئے کیا اس کا ہو انجام کار

...ا اور یہ کلمہ بڑا — ربکم الاعلیٰ جو کہتا ہے بڑا

...ے یہ بیٹھے کھڑے — دیکھئے اس کے اوپر کیسی پڑے

فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ

...ندانے مستقیم — در عذابِ آخرت لے در جحیم

...ں بیقال و قیل — آتشِ دوزخ میں بعد از غرقِ نیل

والاولیٰ

...ہے یہ عذاب — کر دیا دریا میں اول غرقِ آب

...تھا عیاں — حق نے پکڑا در عذاب دو جہاں

...ہ کا فردی — یعنی میں ہوں ربّ اعلیٰ از منی

...رہ نا بکار — کون ہے میرے سوا پروردگار

...رہ گم کردہ راہ — قبطیوں سے ما لکم غیری الٰہ

"...ما علمت لکم من الٰہٍ غیری"

...ں میں جانتا — کوئی تمھارا ہے خدا میرے سوا

شیخ رکن الدینؒ تھے والا صفات — اس میں فرماتے ہیں کیا عالی نکات

ایک دن مجھ پہ عجیب حالت ہوئی — روح میری سیر علوی کو گئی

دل میں آیا عالم علوی میں جا — دیکھئے احوال ٹک منصور کا

جب میں علیین میں پہنچا تیز گام — اس کو پایا میں نے در عالی مقام

حق سے کی میں یہ دعا اور التجا — ہو علانیہ کہ اس میں بھید ہے کیا

یعنی میں ہوں رب کہا مغرور نے — اور انا الحق ہے کہا منصور نے

ایک ہی قول دونوں کا ہو مرتب — ایک پر ہو رحمت اور یک پر غضب

روح ہے فرعون کی سجین میں — اور ہے منصور علیین میں

حیف ہے جباری لے پروردگار — جبر میں بندوں کا ہے کیا اختیار

اختیار بندہ کہتے ہیں غلط — یہاں تو ہے جبار جباری فقط

اور ہیں گوش دل میں آئی یہ ندا — جان از خود رفتہ پر القا ہوا

تھی انا فرعون کی ظلمت فزا — کیونکہ خود بیں تھا نہ بینائی خدا

نور تھا چشم خود بیں سے نہاں — چشم خود بیں میں خدا بینی کہاں

وہ خودی سے اپنے تئیں کہتا تھا رب — اس لیے میں نے کیا اس پر غضب

تھی انا منصور کی میری انا — کیونکہ تھا وہ پیش حق میں فنا

جب ہوا منصور خالی از خودی — نور حق سے بھر گیا وہ مہتدی

رنگ سے جب پاد دے آئینہ صفا — تو انا الشمس اس کو کہنا ہے بجا

دیدۂ منصور تھا بینا بحق — لے گیا فرعون پر اتنے سبق

دیدۂ فرعون تھا بینا بخود — ہو گیا وہ اسی خود بینی سے رد

...ں تو نفی ؟ سے   تاکہ ہو اثبات حق اس بات سے
...یک آئینہ پیشِ آفتاب   دیکھ عکس مہرِ تاباں بے حجاب
...تیری ہے ایک حق کی انا   اس انا کو اس انا میں کر فنا
...ل ہے اس میں ایک حق   جب کہ آیا حق ہوا باطل زھق

عمّ یتسآءلون

...فا عمّ عنہا اے پسر   نون کینتی کر میم پھر ادغام کر
...حذف سن معنی بیاں   پوچھیں ہیں کس چیز سے یہ کافراں

آیت وجعلنا اللیل لباساً

...ہے ہم نے رات کو   پردۂ کار بد کار نکو
...سخن پر کر تو میل   معنی شب ہے پردۂ اصحاب لیل
...ہے انھوں کو یار سے   کرکے پنہاں دیدۂ اغیار سے
...ت میں ان کو حبیب   لذتِ دیدار ہوتی ہے نصیب
...ب جاں سے ہم کلام   پیتے ہیں جام حضوری کو مدام
...و استعداد خویش   ہوتے ہیں برخوردار ہر درویش ریش
...تو شیخ اسلام کا   ہے یہ نکتہ سالکوں کے کام کا
...پردہ دار سالکاں   پردہ پوشِ کاروبار عاشقاں
...ہ گریۂ عشاق کا   شب ہے پردہ عاشق بیتاب کا
...دیدۂ بیخواب کا   شب ہے پردہ عاشق بے تاب کا
...اق کی ہے رازدار   عاشق و معشوق کی ہے غمگسار
...صال دوست سب   کاش تا صبح قیامت رہتی شب

(باقی)

ادبیات

غزل

از جناب عروج زیدی

اس تلوّن کا برا ہو کیا تھا اور کیا بن گیا   ایک ایمانِ وفا، کفر سراپا بن گیا
ترجمانِ حالِ دل پانی کا قطرہ بن گیا   اک لرزتا اشک شکووں کا خلاصا بن گیا
آدمی انسان بنتا، ور د انساں جانتا   زہد سے تو یہ بزعم خود فرشتا بن گیا
غیر جانبدار رہتا یہ مرے حالات پر   وقت بھی منجملۂ اہلِ تماشا بن گیا
میری عرضِ شوق کی تفسیر آئے رنگ رنگ   مدعا لفظ و بیاں سے اک معما بن گیا
اسکا شاہد طور بھی، عرش بریں بھی، دار بھی   آپ نے جیسا بنایا عشق ویسا بن گیا
ہم نے موڑی ہے کلائی گردشِ ایام کی   اور یہ کردار دنیا کو نمونا بن گیا
اس کو دنیا اور ما فیہا سے کچھ مطلب نہیں   جو بھری دنیا کو ٹھکرا کر تمھارا بن گیا
یوں بھی نظریں اٹھ نہ پائیں احترامِ حسن سے   تابشِ جلوہ سے خود جلوہ ہی پردا بن گیا
اس کی جرأت پر نچھاور راحتِ کون و مکاں   جو ترے دردِ محبت کا شناسا بن گیا
حسن کی فطرت میں نرمی ہی نہیں گرمی بھی ہے   گاہ شبنم ہوگیا یہ گاہ شعلا بن گیا

جیتے جی تو حرفِ ناگفتہ تھا میں لیکن عروج
موت نے جادو جگایا تو صحیفا بن گیا

غزل

از جناب سید رفیع الدین احمد صاحب سالک رحمانی

سب لوح و قلم ملے یارب اگر ملے تو ہمیں ایسا غم ملے

کے روضہ کے سامنے میری نوائے شوق کو بابِ حرم ملے

ا ہی نقشِ غم ہر اک قدم پہ اپنے ہی نقشِ قدم ملے

ا رِ مزاج میں ایسے نہ راستوں میں کہیں پیچ و خم ملے

ڑالا کوئی تو ہو جن آنسوؤں سے دامنِ پندار نم ملے

تے تھے جو قسم وہ بھی اسیرِ شیوہٗ جور و ستم ملے

کونین بخشدی یوں بھی کبھی کبھی ہمیں اہلِ کرم ملے

رِ نشاط میں ملتا تھا گاہ گاہ مگر اب تو کم ملے

ظمت کو کیا کہیں اس کی گلی میں آج تو شیخِ حرم ملے

غزل

از جناب اسلم سندیلوی

تا جاتا ہے فراواں جس قدر شوقِ فراواں ہوتا جاتا ہے

ں دل کی الٰہی خیر۔ ساحل نذرِ طوفاں ہوتا جاتا ہے

ی اور شبنم بھی یہ گریاں ہوتی جاتی ہے وہ خنداں ہوتا جاتا ہے

جاتے ہیں دلوں پر منکشف رازِ گلستاں ہوتا جاتا ہے

اتنی ہی ہوتی ہیں اسلم رحمتیں اس کی

جتنا امیدوں کا دامن ہوتا جاتا ہے

مطبوعاتِ جدیدہ

سید امیر علی ۔ مرتبہ جناب شاہد حسین صاحب رزاقی، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت وطباعت اچھی، صفحات ۳۱۶ مجلد مع گرد پوش، قیمت ۸؍، پتہ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، پاکستان۔

جسٹس سید امیر علی مرحوم نے انیسویں صدی کے مسلمانوں کی علمی و فکری، تہذیبی و معاشرتی اور قومی و سیاسی بیداری میں بڑا حصہ لیا، اور انگریزی زبان میں متعدد و بلند پایہ کتابیں لکھیں، جن میں یورپ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور کے لائق رکن جناب شاہد حسین رزاقی نے سید امیر علی کے خود نوشت حالات اور دوسری تصنیفات کی مدد سے یہ سوانح عمری مرتب کی ہے، جو تین حصوں میں ہے، پہلے حصہ میں ان کے خاندانی حالات، تعلیم، بنگال ہائی کورٹ میں پریکٹس اور انگلستان میں قیام وغیرہ کا ذکر ہے، دوسرا حصہ ان کی قومی و سیاسی سرگرمیوں پر مشتمل ہے، اس میں ہندوستان کے عام امور و مسائل خصوصاً ہندوستان اور اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کے اہم مسائل اور تحریکوں سے متعلق ان کی خدمات اور کوششوں کا جائزہ لیا گیا ہے، آخری حصہ میں ان کی دینی و علمی خدمات کا بیان ہے۔ اس سلسلہ میں عورتوں کے حقوق، تعددِ ازدواج، طلاق، غلامی اور غیر مسلموں سے رواداری وغیرہ کے متعلق اسلام پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے جوابات اور مسلمانوں کی جدید تعلیم، اس کے اداروں اور تعلیمِ نسواں کی ضرورت

نظامِ تعلیم کے نقائص وغیرہ کے متعلق امیر علی کے نقطۂ نظر کی
ان کی تصنیفات و مقالات کا مفصل تعارف کرایا گیا ہے،
مراسلات کی فہرست ہے، جو لندن کے بعض اخبارات میں
اسلامی ملکوں کے مفاد کے بارے میں لکھے تھے، یہ کتاب سید
افکار و خیالات اور خدمات و کمالات کا مرقع ہے اور اس سے
و ملی خدمات کے سلسلہ میں مسلمانوں کی اس عہد کی قومی و
سامنے آجاتا ہے، اس لحاظ سے یہ دلچسپ، پراز معلومات اور
چھا اضافہ ہے، مگر امیر علی کے بعض مذہبی و سیاسی خیالات مثلاً
اور جداگانہ قومیت کے نظریہ سے عام مسلمانوں کو اتفاق
ان خیالات کی صرف ترجمانی پر اکتفا کیا ہے، اور ان کو بغیر کسی

لانا حمید الدین فراہیؒ، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و طباعت
ت عکہ پیسے۔ پتے (۱) مکتبۂ الحسنات رام پور (یو۔پی)
ضلع اعظم گڈھ (یو۔پی)

حمید الدین فراہیؒ نے ایک زمانہ میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ
تعلق دوسرے اہم کاموں نے اس کا موقع نہیں دیا، اس لیے
سورۂ قیامہ تا ناس) کا ترجمہ کر سکے، عرصہ ہوا اس کا نمونہ
صلاح" میں چھپا تھا، اور اب اس کے موجودہ ناظم مولانا
نا فراہیؒ اور ان کی تصنیفات کے اداشناس اور گذشتہ

چند برسوں میں ان کی کئی مفید اور اہم قرآنی تصنیفات بڑے اہتمام سے شائع کر چکے ہیں، اس ترجمہ کو بھی شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر ابن حمید صاحب نے ان کے اہتمام و نگرانی کے بغیر ہی اس کو چھاپا ہے، اس لیے اس میں ان کے مقدمہ کی کمی رہ گئی ہے، نفس ترجمہ نہایت شستہ و شگفتہ، مختصر و بلیغ اور حشو و زوائد سے پاک ہے، ترجمہ سے پہلے فاضل مترجم نے قرآن کے ترجمہ کے متعلق مفید اور ضروری اصول بیان کیے ہیں، اور شروع میں انکے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی کا ایک مضمون درج ہے، جو مولانا فراہیؒ کے حالات و سوانح اور اوصاف و کمالات کا مرقع ہے، طلبۂ قرآن کو اس ترجمہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

دعوت مسلم یونیورسٹی نمبر۔ مرتبہ جناب محمد مسلم صاحب، اخباری سائز، کاغذ، کتابت و طباعت معمولی صفحات ۶۸، قیمت عہ، پتہ دفتر روزنامہ دعوت، دہلی۔

مسلمانان ہند کے مشہور تعلیمی و تہذیبی ادارہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نئے ایکٹ سے سارے ملک میں جو اضطراب بپا ہے، یہ نمبر اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس میں یونیورسٹی کے آغاز سے ابتک کے حالات و کوائف کا جائزہ لیا گیا ہے، اس کے قیام کی غرض و غایت، اس کے بانیوں اور ذمہ داروں کے عزائم و منصوبے اور اسکی گذشتہ روایات و خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اور ۲۰ء کا ایکٹ جب اس نے باقاعدہ یونیورسٹی کی شکل اختیار کی اور ۷۲ء کا نیا ایکٹ درج کر کے دونوں کا فرق اور موخر الذکر کے خلاف مسلمانوں اور ملک کی سیکولر و ترقی پسند جماعتوں کے احتجاج و تشویش کے اسباب کی وضاحت کی گئی ہے، اور ۶۵ء کے عارضی آرڈیننس سے پیدا ہونے والی غیر اطمینانی حالت کے بارہ میں مسلمانوں کی اہم جماعتوں کی قراردادیں، اکابر کے بیانات اور اخبارون کے تاثرات کے علاوہ خود حکومت کی مقرر کردہ کمیٹیوں کی سفارشات اور تجویزیں بھی درج کی گئی ہیں۔

...نتہ تاریخ و روایات اور مقاصد و خصوصیات وغیرہ کے متعلق
...پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک قیمتی دستاویز ہے، اور اس سے یونیورسٹی
...وجودہ موقف کا غلط، غیر آئینی، حکومت کی اپنی مقررہ کمیٹیوں
...تک کی یقین دہانیوں اور ۱۹۷۱ء کے کانگریس کے انتخابی منشور
...طرح ظاہر ہو جاتا ہے،

...ہ نمبر۔ مرتبہ جناب محمد عبد القدوس، حکیم عبد القوی، نور عظیم
...ی صاحبان، بڑا اخباری سائز، کاغذ معمولی، کتابت و طباعت
...، قیمت ع ۱۰ پتہ دفتر ندائے ملت، گوئن روڈ، لکھنؤ۔

...ت کو خاص نمبروں کی وجہ سے بھی شہرت و امتیاز حاصل ہے،
...جشن سیمیں کے موقع پر یہ ضخیم نمبر شائع کیا ہے، اس میں ان حالات
...سے آزادی کے بعد عموماً پورا ملک اور خصوصاً مسلمان دوچار
...ر متنوع مضامین پر مشتمل ہے، یہ سب مضامین خوش سلیقگی سے
...ب کیے گئے ہیں، پہلے حصہ میں "ذکر دار و رسن" کے زیر عنوان آزادی
...اس میں مسلمانوں کا حصہ اور ان کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں،
...ندوستان کے آئین و جمہوریت کی خصوصیت وغیرہ کا ذکر کرنے
...، مسلمانوں کے آلام و مصائب، ان کی سیاسی، معاشی، تعلیمی
...ت کی سیاسی و معاشی صورت حال کا جائزہ لیا گیا ہے،
...، حوصلہ افزا اور تعمیری مضامین درج ہیں نظموں اور طنزیہ
...ب پیدا کر دیا ہے، اس کے علاوہ ہندوستان کے چند اکابر رہنماؤں

اور اصحاب علم و قلم مثلاً راجگوپال اچاریہ، جے پرکاش نرائن، اچاریہ کرپلانی، ملراج مدھوک، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، اور مولانا محمد عثمان فارقلیط کے افکار و مضامین بھی ہیں، لیکن بعض مضامین میں لب و لہجہ جذباتی اور شکایت کا انداز تلخ ہے، گو حکومت سے مسلمانوں کی شکایتیں بجا ہیں، مگر ان کو خود بھی اپنے حالات و مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے، اس سے قطع نظر یہ نمبر ہر حیثیت سے قابل قدر ہے، ندائے ملت ملکی خصوصاً مسلمانوں کے مسائل پر بڑا اچھا متمدنانہ تبصرہ کرتا ہے، یہ نمبر خصوصیت سے اس کا نمونہ ہے، امید ہے کہ مسلمان اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے، اور اکثریت کے سنجیدہ اور ذمہ دار لوگ بھی انصاف اور حقیقت پسندی سے اس کا مطالعہ کریں گے۔

امریکہ کے کالے مسلمان

از ڈاکٹر مشیر الحق صاحب تقطیع خورد، کاغذ کتابت و طباعت اچھی صفحات ۸۰، قیمت ع ۱۰ پتہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

امریکہ کے تقریباً ۲ دو کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد ہے، ان میں سنی، شیعہ اور قادیانیوں کے علاوہ ایک بڑا اور منظم طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کالے مسلمان کہلاتے ہیں، ان کی تحریک مذہبی و دینی سے زیادہ قومی، سیاسی اور عالمی ہے، اردو خواں طبقہ کو ان کے بارہ میں بہت کم واقفیت ہے، اس لیے لائق مصنف نے اپنے کناڈا کے قیام کے دوران میں اور اس کے بعد انگریزی کتابوں کی مدد سے ان کالے مسلمانوں کے بارہ میں معلومات حاصل کرکے یہ کتاب لکھی ہے، اس میں حسب ذیل پانچ ابواب ہیں:

(۱) کالی قومیت (۲) کالا ایمان (۳) کالا اسلام (۴) کالے لوگ (۵) کالا دیس۔

ان ابواب میں کالے مسلمانوں کے مخصوص عقائد و مزعومات، سیاسی و سماجی رجحانات، اور دوسری سرگرمیوں کے متعلق ان کی صحت و عدم صحت کا ذکر کیے بغیر جو معلومات حاصل ہوئے ہیں

ہے، اردو میں امریکہ کے کالے مسلمانوں کے متعلق بہت کم معلومات ہیں، اس

ت مفید ہے،

نے - از جناب م، احمد ایم اے صاحب، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت وطباعت

۱، قیمت ۲۵ پیسے، پتہ الجمعیۃ بکڈپو، گلی قاسم جان، دہلی

ب میں آزادی کے بعد کی سیاسی واخلاقی حالت اور ملک میں ہونے والے آئے دن

از فسادات کا خاکہ کھینچا گیا ہے، اس سے سرکاری محکموں کی بدعنوانی، رشوت خوری

پروائی، حکام اور پولیس کی فرض ناشناسی، اور سیاستدانوں اور حکمرانوں

اور منافقانہ کردار وغیرہ کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے، چند مضامین

سیاسی، مذہبی اور اخلاقی حالت کی عکاسی بھی کی گئی ہے، آخر میں فسادات

ال برباد لوگوں کے ہمت وحوصلہ کو بڑھانے والے چند مضامین دیے

نہ سازی اور مصلحت کیشی سے ناواقف سچے محب قوم و وطن تین دیوانوں کی

یہ دراصل ملک کے ابتر حالات پر بلیغ اور معنی خیز تبصرہ ہے، کاش "فرزانے"

اب محمد یوسف صاحب پاپا، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت وطباعت عمدہ، صفحات ۸۸

دو، سماج، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ ۔

استاد فزکس جامعہ ہائر سکنڈری اسکول کو سنجیدہ اور مزاحیہ دونوں قسم کی

انکی طنزیہ شاعری کا نمونہ ہے، اس میں ان لوگوں کے کردار کی عکاسی کی گئی ہے

ہت واعزاز خوشامد اور تملق کا رہین منت ہوتا ہے، یہ مجموعہ سماج کے نااہل

گہرا طنز اور پاپا صاحب کی دوربینی اور انکے مشاہدہ کی وسعت وگہرائی کا

شہور مزاحیہ نگار شاعر وادیب جناب غلام احمد فرقت کاکوروی نے شاعرادر انکے

از میں تعارف کرایا ہے، (ض)